جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

رجب المرجب/شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ/اپریل/مئی ۲۰۱۷ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی   پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر:0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر:0304-7310038

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

شیخ کامل استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان نوراللہ مرقدہ

کئی روز سے سننے میں آرہا تھا کہ حضرت شیخ کی طبیعت زیادہ ناساز ہے اور آپ کراچی ہسپتال میں داخل ہیں، سب حضرات حضرت کی صحت وعافیت اور درازی عمر مبارک کی دعا کرتے رہے، ساتھ ہی فکر بھی لگا رہا کہ یہ آفتاب علم وعمل کہیں اب غروب نہ ہوجائے۔

۱۵ر جنوری ۲۰۱۷ء بوقت شب احقر نے کراچی فون پر رابطہ کیا اور حضرت کی صحت سے متعلق معلومات لیں تو یہ معلوم ہوکر کچھ حوصلہ ہوا کہ صحت قدرے بہتر ہے فون پر بات کرکے ہٹا ہی تھا کہ برخوردار عبدالملک سلمہ نے اچانک اطلاع دی کہ حضرت شیخ رحلت فرماگئے ہیں، بڑی حیرت ہوئی اور احقر دم بخود رہ گیا لیکن برابر فون اور اطلاعات سے اس خبر وحشت اثر کی تصدیق ہوتی گئی، اب سوائے ماننے اور تسلیم کے کوئی چارہ نہ تھا، انا للہ وانا الیہ راجعون ،ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل عندہ باجل مسمیٰ۔

حضرت شیخ کی رحلت ایک تاریخ ،ایک عہد، ایک قرن کا خاتمہ ہے اور آپ کی وفات حسرت آیات اس شعر کا حقیقی مصداق ہے۔

وماکان قیس هلکه هلك واحد ولٰکنه بنیان قوم تهدما

رفتم واز رفتن من عالمے تاریک شد من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

موت العالِم موت العالَم بلاشبہ ایسے ہی علماء ربانی حقانی کی رحلت کو کہا ہے جن کے علمی روحانی فیض سے پوری دنیا کے مسلمان مستفید ہورہے ہوں، اور بلا مبالغہ ایسی نابغہ روزگار ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کے درجات بلند فرمائیں ان کی تمام دینی خدمات کو قبول فرمائیں اور پسماندگان کو صبر واجر جزیل نصیب فرمائیں، آمین۔

بحمداللہ تعالیٰ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی طویل عمر پائی ،علم دین کی تعلیم

بڑے بڑے علماء کرام سے حاصل کی پانچ سال دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کر کے ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹۴۷ء میں حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ اور دیگر اکابر سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر فراغت حاصل کی اور پھر ساری زندگی تدریس، تالیف، تبلیغ، اصلاح وارشاد میں گزاری۔ اللہ تعالیٰ نے دین کے مختلف شعبوں میں آپ سے بہت کام لیا، آپ کی خدمت کا دائرہ دین کے بہت سے شعبوں پر محیط ہے، تمام علوم وفنون کے علاوہ حدیث پاک کی تدریس کا سلسلہ تقریباً آخری دم تک جاری رہا۔ دیگر علمی، دینی مضامین کے علاوہ بخاری شریف، ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف کی شروحات آپ کے بڑے علمی شاہکار خزانے ہیں۔ اسی طرح تفسیری خدمات بھی کشف البیان کے نام سے آپ کا بڑا کارنامہ ہے۔

مختلف دینی تحریکات میں حصہ کے علاوہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی تشکیل نو اور تنظیم حضرت کا سنہری اور تاریخی کارنامہ ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی پوری تاریخ میں حضرت شیخ کا ۳۵ سالہ دور نظامت وصدارت سب سے زیادہ زریں اور قیمتی دور ہے، صحیح معنیٰ میں یہ وفاق کا دور عروج کہلاتا ہے، حضرت شیخ نے اپنے اس دور میں وفاق کی ترقی اور استحکام کے لیے جو بے مثال جدوجہد فرمائی اور ان تھک محنت اور کوششیں کیں اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مدارس کی تنظم اور نصاب کی تشکیل جیسے اہم امور اور چاروں صوبوں میں بیک وقت مضبوط امتحانی نظام حضرت شیخ ہی کے دور میں طے پائے ہیں، اس دور میں وفاق کے خلاف اندرونی بیرونی سازشوں اور حکومت کی جانب سے وفاق پر کئے جانے والے حملوں کا دفاع خاص طور پر ۱۱ ستمبر کے بعد کے ناگفتہ بہ حالات کے بعد مدراس کی صیانت اور دفاع کا فریضہ جس احسن انداز سے حضرت شیخ کے دور میں ہوا وفاق کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

اتحاد دینی تنظیمات کے پلیٹ فارم کے عنوان سے کی جانے والی کوششیں اور اس

کے نتیجہ میں مختلف مسالک کا متحدہ بورڈ حضرت کا بہت بڑا کارنامہ ہے، احقر کے ناقص خیال میں یہ سب حضرت کے تجدیدی کارنامے ہیں ان کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے، حق تعالیٰ ان بے مثال خدمات پر حضرت کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ، متوسلین اور متعلقین کا عدد شمار سے باہر ہے۔ بلاواسطہ اور بالواسطہ آپ کا فیض پوری دنیا میں موجود ہے اور آپ سے تعلق رکھنے والے بھی ہر جگہ پائے جاتے ہیں ۔احقر ناکارہ کے والد ماجد فقیہ العصر یادگار اسلاف حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شیخ کا آپس میں خاص تعلق رہا ہے اور اسی نسبت سے یہ احقر بھی حضرت شیخ کے ادنیٰ تعلق والوں میں سے ہے، اسی لیے ذیل میں پہلے حضرت والد ماجد اور حضرت شیخ کے باہمی تعلقات وحالات کا تذکرہ ہوگا اور آخر میں یہ احقر اپنے حوالہ سے کچھ واقعات عرض کرے گا۔حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات کا تذکرہ کرنے سے مقصود صالحین سے محبت وعقیدت کا اظہار ہے۔

احب الصالحین ولست منهم لعل الله یرزقنی صلاحا

اللہ تعالیٰ اس تذکرہ کی برکت سے آخرت میں بھی صالحین سے الحاق فرمادیں، آمین۔

حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان اور حضرت والد گرامی رحمہما اللہ تعالیٰ دوسال تک چونکہ دارالعلوم دیوبند میں اکٹھے رہے ہیں اس لیے اس وقت سے ان کا باہم بہت گہرا تعلق تھا جو آخر تک قائم رہا۔حضرت شیخ پہلے سے دیوبند میں زیر تعلیم تھے اور حضرت علامہ محمد رفیق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سکنہ بھیسانی بھی ان کے ساتھ ہم سبق تھے، علامہ محمد رفیق صاحب والد صاحب کے ساتھ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قرآن کریم پڑھتے رہے، حضرت والد صاحب اور ان کا بچپن سے تعلق تھا۔دیوبند پہنچ کر حضرت شیخ سے بھی تعلق قائم ہوگیا اور دوسال تک یہ حضرات ایک ہی حجرہ میں رہے اس دوران دارالعلوم کی طرف سے رخصت پر جب حضرت شیخ لوہاری تشریف لے جاتے کئی کئی دن لوہاری قیام کے بعد اکٹھے دیوبند

واپسی ہوتی اس دور کے واقعات اکثر حضرت والد صاحب ہمیں سنایا کرتے تھے جس دور میں دیوبند میں یہ حضرات تعلیم حاصل کر رہے تھے وہ برصغیر کی تقسیم اور انتخابات کا دور تھا۔ دارالعلوم کے کچھ اکابر اور طلبہ کا رجحان حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی اتباع میں پاکستان بننے کے حق میں نہیں تھا جبکہ ایک طبقہ کا رجحان اس کے حق میں تھا اور وہ اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیروی میں تحریک پاکستان کی حمایت کر رہا تھا۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ طلبہ میں کھل کر پاکستان کی حمایت کرنے والے طلبہ میں میرے ساتھ مولانا سلیم اللہ خان صاحب پیش پیش تھے، اپنے اساتذہ کرام اور اکابر کے پورے احترام کے باوجود ہم اس دور میں کبھی کھل کر تحریک پاکستان کی حمایت کرتے رہے اور اس موضوع پر دلائل کے ساتھ اپنے نقطہ نظر کا برملا اظہار کرتے رہے۔

حضرت والد صاحب ۱۹۴۶ء اور حضرت شیخ اس سے اگلے سال ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے اور اسی سال رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ میں ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ حضرت والد صاحب نے پاکستان کی طرف ہجرت کی اور حضرت شیخ کئی سال بعد پاکستان تشریف لائے۔

دارالعلوم کراچی میں تدریس کے زمانہ میں جب والد صاحب دارالعلوم تشریف لے جاتے تو باہم ملاقات رہتی، اس کے علاوہ خط و کتابت کا سلسلہ بھی رہتا۔ جامعہ فاروقیہ میں منتقلی کے بعد بھی یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ حضرت شیخ بھی جب کبھی پنجاب تشریف لاتے ساہیوال کے لیے بھی وقت نکالتے، اس طرح کئی مرتبہ آپ والد ماجد کی حیات میں ساہیوال تشریف لائے۔

۱۹۶۶ء میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم کی تفسیر جواہر القرآن جلد اول کے بعض مقامات کے رد میں ایک علمی تحقیقی

کتاب تحریر فرمائی جس پر حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ، حضرت مخدوم العلماء مولانا خیر محمد جالندھری رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھرپور اعتماد کا اظہار فرمایا اور تقریظات بھی تحریر فرمائیں۔ کتاب کے نام کے متعلق جب مشورہ ہوا تو حضرت شیخ نے اس کا نام ''ھدایۃ الحیران فی جواہر القرآن'' تجویز فرمایا اور طباعت کے لیے بھی ذمہ داری لی اس کے متعلق کئی خطوط حضرت والد صاحب کو تحریر فرمائے لیکن پھر طے یہی ہوا کہ کتاب کسی اور مکتبہ سے شائع ہو، چنانچہ ضلع سرگودھا ہی کی تحصیل سلانوالی کے ادارہ حسینیہ حنفیہ نے اسے شائع کیا۔ اشاعت کی اطلاع ملنے پر حضرت شیخ نے درج ذیل مکتوب گرامی حضرت والد صاحب کو تحریر فرمایا۔

باسمہ تعالیٰ

از: سلیم اللہ جامعہ فاروقیہ ڈرگ کالونی ۴ کراچی

محترمی ومکرمی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

یاد آوری کا شکریہ۔ گزشتہ ہفتہ آپ کے مکتوب سے ہدایۃ الحیران کی طباعت کا علم ہوا، اللہ تعالیٰ نافع اور مقبول بنائیں۔ مولوی محمد تقی صاحب نے مجھے کتاب نہیں پہنچائی اور نہ ہی تبصرہ میری نظر سے گزرا ورنہ شاید میں مبارکباد دینے میں ہرگز کوتاہی نہ کرتا۔ بہرحال اب منتظر رہوں گا دیکھئے کب کتاب بھیج پاتے ہیں، پتہ اوپر لکھ دیا ہے۔

۹۱/۵/۳۰ھ

تبلیغی جماعت اہل حق کی جماعت ہے، اس کی افادیت اور عالمگیر شہرت سے کوئی بھی ذی عقل انکار نہیں کرسکتا، اکابر علماء دیوبند نے ہمیشہ اس کی حمایت اور تائید فرمائی ہے، حضرت شیخ بھی اس کی تائید اور سرپرستی فرماتے رہے۔ احقر کے والد ماجد نے ۱۹۷۷ء میں بعض افراد کے غلو اور افراط وتفریط کی اصلاح کے پیش نظر ایک رسالہ ''دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت'' کے نام سے تحریر فرمایا اس میں دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت کے ساتھ اس کام میں

پائے جانے والے قابل اصلاح امور کی نشاندہی اور اصلاح فرمائی۔ بعض حضرات نے اسے پڑھے بغیر اس رسالہ کو جماعت کے خلاف قرار دے دیا اور پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مفتی صاحب جماعت کے خلاف رسالہ لکھ رہے ہیں۔ حضرت شیخ لاہور تشریف لائے تو انہیں بھی یہی کہا گیا کہ آپ مفتی صاحب کو رسالہ لکھنے سے منع فرمائیں۔ حضرت شیخ کا والد صاحب کے ساتھ بہت بے تکلف برادرانہ تعلق تھا، حضرت نے اس تعلق کی بنا پر حضرت والد صاحب کو ایک تفصیلی مکتوب تحریر فرمایا، جس میں جماعت کی افادیت وضرورت پر کلام کرتے ہوئے تنقیدی تحریر لکھنے سے منع فرمایا گیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا سید عبدالشکور ترمذی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید تھی لاہور میں وفاق المدارس کے اجلاس میں زیارت ہوگی، لیکن ع

اگر پدر نتواند پسر تمام کند مولوی عبدالصبور صاحب سلمہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ہی جناب کی نیابت فرمائی اور جناب کا عذر بیان کیا۔

لاہور کے قیام میں بعض احباب سے یہ معلوم ہو کر رنج ہوا کہ تبلیغی جماعت سے متعلق جناب کی کوئی تحریر صیانۃ المسلمین کے زیر اہتمام اشاعت پذیر ہونے والی ہے اور اس میں تبلیغی جماعت پر نقد کیا گیا ہے گو نرم انداز ہی میں سہی۔

میرے بزرگوار اول تو حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے شیخ ہیں اور غالباً یہ انداز ان کے مزاج کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ میں نے ۳ سال ان کے ساتھ گزارے ہیں، ان کو جماعت کے سرپرستوں میں سے پایا ہے۔ پھر اگر وہ اس سلسلہ میں کچھ فرماتے بھی تھے تو.....کی بنا پر اس کو صحیح محمل پر حمل کیا جا سکتا تھا نیز ان کا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کے ساتھ جو تعلق تھا اس کے پیش نظر ان کو اس کا حق بھی تھا خواہ کوئی مانے یا نہ مانے، لیکن جناب والا کی تحریر اور.....کی تقریظ

کا نہ یہ موقع ہے اور نہ یہاں نقصان کی بجائے نفع کی توقع ہے الخ۔

۱۲/۲/۹۹ھ

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں حضرت مولانا کو جو مکتوب تحریر فرمایا اس میں اصل صورت حال سے مطلع فرمایا گیا اور واضح کیا گیا کہ یہ ایک اصلاحی کوشش ہے مخالفت مقصود نہیں ہے اس سے حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کو اطمینان ہوا، اس کے بعد جب لاہور میں مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کا سالانہ اجتماع ہوا، جس میں حضرت والد صاحب، حضرت مفتی محمد وجیہہ صاحب اور حضرت شیخ مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لے گئے تو حضرت والد صاحب نے سمن آباد میں جناب ڈاکٹر مطیع الرحمٰن مرحوم کے مکان پر ان دونوں بزرگوں کو دعوت دی اور وہاں یہ رسالہ انہیں احقر نے پڑھ کر سنایا جس سے ان حضرات کو مزید اطمینان ہوا۔

خود حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے بھی احقر کو خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع میں علماء کے خاص حلقہ سے بیان کرتے ہوئے ایک بزرگ نے اپنے بیان میں مدارس کی اہمیت کا انکار فرمایا جس سے شرکاء میں خاصا اضطراب ہوا، احقر بھی اس بیان میں موجود تھا۔ حضرت والا ان دنوں اجتماع میں شرکت کے لیے کراچی سے لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک میں مقیم تھے، احقر نے وہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ اس سے بہت ناراض ہوئے اور احقر کو بھی ڈانٹا کہ تم نے وہاں مدارس کا دفاع کیوں نہیں کیا۔ غرضیکہ حضرت والا کے مزاج میں اعتدال تھا جماعت کی حمایت کے باوجود جہاں آپ قابل اصلاح امور دیکھتے تو برملا اصلاح فرماتے اور یہی اہل حق کا طریق ہے کہ وہ احقاق حق کے فریضہ کو بطریق احسن سرانجام دیتے رہتے ہیں، فللہ درھم وعلی اللہ اجرھم۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب حضرت والد صاحب سے حضرت شیخ کے

متعلق الجھتے رہے کہ وہ محمود احمد عباسی کے نظریات سے متاثر ہیں۔ ہر چند حضرت والد صاحب نے انہیں سمجھایا مگر وہ اپنے موقف پر بضدر ہے اور بات انہوں نے دور تک پہنچادی۔ حضرت والد صاحب نے یہ سارا واقعہ حضرت شیخ کو تحریر فرمایا۔ حضرت شیخ نے اپنے قدیم تعلق کی بنا پر شکوہ کے انداز میں اس کا یوں جواب ارقام فرمایا:

''بندہ خدا آپ کو کسی ثالث کے اطمینان کے لیے مجھ سے تحقیق کی ضرورت پیش آرہی ہے، خود ہی آپ نے کیوں اس بدگمان کا دماغ سیدھا نہیں کر دیا اور اگر وہ کوئی قابل احترام شخصیت تھی تو اس سے کہا ہوتا کہ اس کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی عام نشست کی گفتگو آپ کے ملاحظہ میں آئی ہے؟ اگر آئی ہے تو اسی پر فیصلہ کر لو مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر یہ کچھ نہیں تو خواہ مخواہ عبث میں مبتلا ہو کر کیوں عاقبت برباد کرتے ہو۔

میرے خیال میں انفرادیت اختیار کرنا بڑی مہلک بیماری ہے، اور بہت سے لوگ اس چکر میں تباہ ہوئے ہیں اس لیے میں تو اس سے ہر وقت گریزاں رہتا ہوں، ویسے بھی یہ بیماری ذہین مفرط قسم کے لوگوں کو ہوتی ہے اور میرا ذہن تو بقدر گزارہ ہے، مجھ جیسوں کو یہ بیماری یوں بھی نہیں لگا کرتی۔ البتہ عباسی فتنہ سے متأثر بے شک میرے پاس آجاتے ہیں لیکن بحمداللہ یہاں آکر ان کی اصلاح ہوتی ہے وہ مجھے خراب کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ ایک گونہ مشن کے اتحاد کے باعث ایسے اتفاقات کبھی کبھی ہوتے ہیں کہ ان سے ملاقات ہوتی ہے لیکن کتنے ایسے میری نظر میں ہیں جن کے اندر احقر کی کوششوں سے اعتدال اور میانہ روی پیدا ہوئی ہے۔

باقی اگر شیعہ اثناء عشری کو کافر سمجھنا خارجیت ہے تو پھر آپ یقین فرمالین کہ میں ضرور خارجی ہوں، لیکن اس خروج سے نہ انور شاہ محفوظ ہیں نہ خلیل احمد اور نہ مفتی کفایت اللہ بچے ہیں، نہ مفتی شفیع اور حضرت تھانوی، اس کے لیے میرے پاس دستاویزی ثبوت ہے۔ اس ایک امر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا سبب خروج کا سمجھا جارہا ہے تو وہ تہمت اور بہتان

ہے۔اس ذیل میں کوئی خاص نکتہ ذہن میں ہو تصریح کے ساتھ بتائیں تاکہ وضاحت کی جاسکے۔والسلام

عزیزان کو سلام مسنون۔

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

حضرت شیخ کی بے نظیر شرح بخاری شریف ''کشف الباری'' کے نام سے طبع ہو کر آئی تو اہل علم نے اسے بڑا سراہا اور موجودہ شروحات میں اسے سب سے مفصل مبسوط اور جامع شرح قرار دیا گیا۔اس کی جلد اول اور کتاب المغازی سے متعلق جلد جب حضرت والد صاحب کی نظر سے گزری تو انہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور اس شرح کی بڑی تعریف فرمائی اور پھر اپنی خوشی کے اظہار کے لیے حضرت شیخ کو مکتوب گرامی بھی تحریر فرمایا، اس میں جہاں انہوں نے اس شرح کی تعریف کی اور ایک خاص مسئلہ میں اعتدال اور توازن کی سند دی ساتھ ہی اس میں اپنی رائے کا بھی اظہار فرمادیا۔حضرت شیخ نے آپ کے اس مکتوب گرامی پر بڑی غیر معمولی مسرت کا اظہار فرمایا اور جوابی مکتوب میں ''کشف الباری'' کے معرض وجود میں آنے کا پس منظر بھی بیان فرمادیا، یہ دونوں مکتوب ذیل میں ہدیہ قارئین ہیں۔پہلے حضرت والد ماجد کا مکتوب گرامی درج کیا جاتا ہے اس کے بعد حضرت شیخ کا جواب۔

مکتوب حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ

سید عبد الشکور ترمذی عفی عنہ

برادر عزیز مولانا سلیم اللہ خان صاحب سلمہ اللہ عن جمیع الآفات والشرور والفتن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

گزارش آنکہ کافی عرصہ ہوا آپ کی تقریر بخاری شریف مطبوعہ جلد اول اور کتاب المغازی ایک دوست سے دستیاب ہو کر باصرہ نواز ہوئی، جزاکم اللہ خیرا۔

یہ عریضہ محض اظہار خوشی اور تطییب قلب عالم کی غرض سے لکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ

آپ اور آپ کے معاونین کی اس محنت وسعی کو قبول ومشکور فرمائیں اور ہم جیسے تہی دامن لوگوں کے لیے نافع اور مفید بنائے، آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

عریضہ لکھنے کا ارادہ بہت دنوں سے کرتا رہا مگر شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ تین سال سے امراض قلب میں ابتلا ہے بہت ہی کم کام لکھنے پڑھنے کا ہوتا ہے۔

آج صبح ہی قلب پر دورہ کا اثر ہوا، افاقہ کے بعد خیال آیا کہ کہیں اسی طرح تعویق میں بلاوا ہی نہ آجائے مختصر سا عریضہ لکھ ہی دوں، جب تطییب قلب مسلم نیکیوں میں شمار ہوسکتی ہے تو تطییب قلب عالم بلکہ تطییب علماء سے بھی نیکی میں شمار کیے جانے کی امید کی جاسکتی ہے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ بجز اظہار خوشی اور مبارکبادی احقر کسی خدمت کا اہل نہیں ہے، نقد وتبصرہ کی تو کبھی اہلیت حاصل ہی نہیں ہوئی اور اب تو بالکل ہی معدوم ہے۔

اس خوشی کے باعث بعض امور اور بھی ہیں:

(۱) ص۱۲۳ و۱۲۴ پر ''مسئلہ سماع موتیٰ'' میں آپ نے بڑے اعتدال اور احتیاط سے کام لیا ہے۔ اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہے لہٰذا مثبتین اور منکرین پر ملامت کی گنجائش نہیں (لیکن سماع انبیاء علیہم السلام میں اختلاف نہیں، حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلم ہے)۔ (۱۲۳) اور اس کے اثبات یا انکار کی وجہ سے اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھنا یہ غلو اور زیادتی ہے۔ (ص۱۲۴)

(۲) علماء دیوبند کا مسلک کے زیر عنوان المہند علی المفند سے علامہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہم اللہ کی عبارت کی روشنی میں علماء دیوبند کا مسلک یہ لکھا ہے کہ:

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہ عقیدہ نہ صرف علماء دیوبند کا ہے بلکہ تمام امت کا ہے۔ (ص۱۲۵)

یہ عین اکابر رحمہم اللہ کے عقیدہ کی ترجمانی ہے۔ اس پر تمام اکابر کے دستخط بطور

عقیدہ ثبت ہیں۔المہند میں جگہ جگہ ھذا معتقدنا ومعتقد اکابرنا رحمھم اللہ کی تصریح ہے۔

ص ۱۲۴ کے حاشیہ ۴۴ کے تحت حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے ''امداد الفتاوی'' سے دو عبارتیں لکھی ہیں۔

پہلا فتوی (ص ۳۷۹) پر تنقیح طلب ہے، چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یہ لکھ کر کہ ایک جانب کی ترجیح کی تدقیق نہ کی جائے۔کے بعد تنقیح طلب فرمائی ہے۔اور تحریر فرمایا ہے: پھر اس میں بھی معتقدین سماع موتی کے عقائد مختلف ہیں۔اگر کسی اعتقاد خاص کی تعیین ہوتو کسی قدر جواب ممکن تھا، معلوم ہوا کہ اس مسئلہ سماع کا کسی نہ کسی درجہ میں اعتقاد سے بھی تعلق ہے۔اور اس وجہ سے کسی جانب ترجیح کی بھی گنجائش ہے اگر چہ وہ حتمی نہ ہوگی، جیسا کہ دوسرے اجتہادی مسائل میں ہوتا ہے۔

دوسری تحریر جو اسی ص ۱۲۴ کے حاشیہ پر ہے، وہ دراصل ایک سخت بدعتی مولوی کرامۃ اللہ خان صاحب کے رسالہ پر طلب تصدیق کے متعلق ہے۔اس میں اثبات سماع میں سخت غلو کیا گیا تھا، اور نفی سماع کو معتزلہ کا مذہب قرار دیا گیا تھا۔اس میں آگے صاف لکھا ہے کہ اگر کسی وجہ سے اس کا لکھنا ہی تھا تو کم از کم اس کے ساتھ جو مفاسد اس میں محتمل تھے ان کا انسداد بھی ضروری تھا مثلا یہ لکھنا تھا کہ مقصود اس سے مذہب راجح عندنا کی ترجیح ہے۔اس سے کوئی اختلافی مسئلہ کو اجماعی نہ سمجھ جاوے کہ تعدی حدود ہے۔(۵: ۴۳۷) اس طرح کے اشتغال کو مالایعنی کا اہتمام فرمایا ہے۔ورنہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ترجیح کی گنجائش تسلیم فرماتے ہیں۔

اور قطب الارشاد حضرت گنگوہی ارشاد فرماتے ہیں:

مسئلہ سماع موتی کا قرن اول میں مختلف ہوا ہے۔اب اس کا فیصلہ ممکن ہی نہیں، مگر مقلد اپنے مجتہد کی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں۔

بحث کے آخر میں فرماتے ہیں:

الحاصل راجح مذہب عدم سماع کا ہے، حسب قواعد، پس حدیث سماع میں تاویل مناسب ہے ورنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے۔(لطائف رشیدیہ ص ۸، تالیفات رشیدیہ ص ۶۷۷)

معلوم ہوا کہ کسی جانب ترجیح کی گنجائش ہے اور سماع کا مذہب ہی قوی ہے۔

باقی دعا کا طالب اور محتاج ہوں، یہ عریضہ بھی وقفہ کے ساتھ دو دفعہ میں پورا ہوا ہے۔ عزیزان کی خدمت میں سلام مسنون پہونچے۔ فقط والسلام

۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

حضرت شیخ کا جوابی مکتوب

۱۴۱۸/۴/۲ھ ۱۹۹۷/۸/۷ء

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جناب کو مع جملہ متعلقین تادیر سلامت باکرامت رکھیں، آمین ثم آمین۔

۱۸/۳/۲۲ھ کا لکھا ہوا گرامی نامہ ۱۸/۴/۲ھ کو پہنچا۔ جناب محترم نے ''کشف الباری'' کی دو جلدوں پر جن تاثرات کا اظہار فرمایا ہے وہ مجھ جیسے ظلوم وجہول ہیچ مداں کی حوصلہ افزائی کے لیے بہت قیمتی اور اہمیت کے حامل ہیں، اس سلسلہ میں زبانی وتحریری بہت سے حضرات نے تشجیع وتحسین فرمائی ہے لیکن جناب والا کی مختصر اور محتاط تحریر میری نظر میں سب پر بھاری ہے۔

جیسا کہ جناب کو معلوم ہے میرا ذوق لکھنے پڑھنے کا کبھی رہا ہی نہیں (اگرچہ اپنی اس کوتاہی پر اب افسوس ہوتا ہے) ہمیشہ پڑھنے پڑھانے میں انہماک رہا، اس میں کبھی کسی

طالب علم کو سبق ٹیپ کرنے کی اجازت نہیں دی لیکن ایک مرتبہ بعض طلبہ کے شدید اصرار پر اس کی نوبت ہی آ گئی تو پھر اس کی اشاعت کا دور دور تک کبھی وہمہ پیدا نہیں ہوا کہ ایک مرتبہ طویل بیماری میں حسب سابق پڑھانے پر قادر نہ تھا تو ایک طرف میری معذوری تھی اور دوسری جانب طلبہ سبق کے متبادل انتظام پر راضی نہ تھے، تو میں نے ایک سال تو پوری جلد ثانی کا سبق کیسٹوں کے ذریعہ پڑھایا اور ایک سال جلد اول کا نصف آخر کچھ زائد بذریعہ کیسٹ پڑھایا تو سبق کی حد تک اس کی افادیت کا احساس پیدا ہوا اور اسی خیال سے کہ بخاری شریف کے اساتذہ وطلبہ کو اس سے فائدہ ہوگا اس کی طباعت کا ارادہ کرلیا گیا اور الحمدللہ کہ اساتذہ وطلبہ نے اس کی افادیت کی گواہی دی، بڑے ماہر کئی اساتذہ کرام نے لکھا کہ سبق کی حد تک ''کشف الباری'' نے ہر کتاب سے مستغنی کردیا ہے۔

بہرحال یہ تو ان کی بات ہے اور میرے خیال میں کچھ نہ کچھ اس میں صداقت ہے، لیکن مولوی مدن والی بات اپنے خیال میں زیادہ وزن رکھتی ہے چونکہ اوروں سے تعلق کی وہ نوعیت ہے ہی نہیں جو مولوی صاحب مکتوب الیہ سے ہے، وہاں دوسرے احتمال ہوسکتے ہیں یہاں سوائے خلوص کے دوسرے احتمال کی کوئی گنجائش ہی نہیں، فجزاکم اللہ جزاء حسنامثل مایجزی عبادہ المخلصین المکرمین آمین یارب العالمین۔

جناب نے اعتدال کی سند عطا فرما کر شکریہ کا موقع فراہم فرمایا ہے اس کا بھی شکریہ قبول فرمائیں، جزاك مولای رب العالمینا۔

مفتی عبدالقدوس صاحب، قاری عبدالصبور اور سب کو سلام مسنون ودعاء خیر۔ فقط

سلیم اللہ خان

حضرت شیخ رحمہ اللہ کو حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلکی تصلب، عقائد اہل حق کی صحیح ترجمانی اور فقہی حذاقت ومہارت پر پورا اعتماد تھا۔ احقر چونکہ ایک عرصہ دراز تک حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہا، اسی وجہ سے حضرت شیخ

احقر ناکارہ سے بہت خوش تھے اور کئی مرتبہ اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔

اسی اعتماد کی وجہ سے حضرت شیخ نے اپنے ادارہ جامعہ فاروقیہ کے فاضل اور جید عالم دین حضرت مولانا منظور احمد مینگل زید مجدہم کو حضرت والد صاحب کے ہاں بھیجا تاکہ وہ حضرت سے استفادہ کریں اور ان کی خدمت میں رہ کر اپنی تربیت کرائیں، احقر کو بھی اس سلسلہ میں گرامی نامہ تحریر فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب سے آپ کہیں کہ ان کا خاص خیال رکھیں اور ان کی تربیت فرمائیں۔ چنانچہ برادر مکرم ومحترم مدظلہ ساہیوال تشریف لائے اور انہوں نے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھرپور استفادہ کیا اور حضرت کی صحبت سے خوب فیض یاب ہوئے، انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار اپنے مضمون ''کا سانی زمانہ'' میں کیا ہے جو کتاب ''حیات ترمذی'' میں چھپ چکا ہے۔

حضرت شیخ نے جس مقصد کے لیے انہیں حضرت والد صاحب کے ہاں بھیجا تھا بحمد اللہ یہاں رہ کر وہ مقصد بخوبی پورا ہوا، اور حضرت شیخ نے احقر سے اس پر اپنی خوشی کا اظہار بھی فرمایا۔

حضرت شیخ نے ایک مرتبہ جامعہ فاروقیہ کے شعبہ تصنیف وتالیف کی طرف سے ''بہشتی زیور'' پر کام کرایا تھا، آپ کا خیال تھا کہ اس کی جدید ترتیب وتبویب ہوجائے اور مسائل کے علاوہ جو دیگر مضامین ہیں ان کو حذف کردیا جائے۔ مشورہ کے لیے آپ نے حضرت والد صاحب کو بھی لکھا، حضرت والد صاحب نے بڑی تفصیل سے اپنی رائے لکھی اور ''بہشتی زیور'' میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کی رائے سے اختلاف فرمایا۔ حضرت والد صاحب کے موقف کا حاصل یہ تھا کہ کسی بھی ترمیم وتبدیلی کے بعد ''بہشتی زیور'' کو حضرت حکیم الامت تھانوی کی طرف منسوب کرنا اور ان کی تالیف قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔ ترمیم اور حذف واضافہ کے بعد یہ نئی کتاب بن جائے گی اس کو ''بہشتی زیور'' کے نام سے شائع کرنا بھی صحیح نہ ہوگا اس لیے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے، اپنی اصلی حالت میں باقی رکھتے ہوئے شائع

کیا جائے اور اگر تبدیلی حذف واضافہ کیا جائے تو پھر اس کا نام بدلنا ضروری ہوگا۔ حضرت شیخ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور ''بہشتی زیور'' میں حذف واضافہ کا پروگرام تبدیل فرمادیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۹۷ء میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں ''استحکام پاکستان کانفرنس'' کے نام سے کانفرنس کی، اس کی صدارت حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ آپ کی صدارت میں حضرات علماء کرام کے بیانات ہوئے، حضرت والد صاحب بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے اور کانفرنس سے قبل دونوں حضرات کی تفصیلی ملاقات ہوئی جس میں تحریک پاکستان سے متعلق بعض عنوانات پر کھل کر گفتگو ہوئی، دونوں حضرات نے اپنا اپنا نقطہ نظر مفصلاً بیان فرمایا اور خوب بحث ہوئی اور محفل میں گرمی سردی کا سلسلہ بھی چلا لیکن اختلاف رائے کے باوجود سامعین محفل نے دونوں حضرات میں ایک دوسرے کے احترام اور متانت وسنجیدگی کا جو مظاہرہ دیکھا اس سے ان پر بڑا اثر ہوا اور سمجھ میں آیا کہ اختلاف رائے یوں ہوا کرتا ہے۔ خوب یاد ہے کہ گفتگو کے آخر میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت شیخ سے معذرت کی کہ میں گفتگو میں آپ کے مرتبہ کا لحاظ نہیں رکھ سکا تو حضرت نے واضح طور پر فرمایا کہ:

''حضرت نہیں یہ آپ کیا فرمارہے ہیں، ہم آپ کا طالب علمی کے زمانہ میں بھی احترام کرتے تھے، اب بھی احترام کرتے ہیں، آپ بڑے ہیں آپ کو اس طرح کرنے کا حق ہے، معذرت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے''۔

معاصرین کا باہم یہ انداز ہمارے لیے ایک سبق تھا آج اس کی مثال تقریباً مفقود ہے۔ کسی نے صحیح کہا ہے ؏ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

رات کو کانفرنس میں جو بیانات ہوئے ان میں پاکستان سے متعلق زیادہ تر تنقیدی پہلو غالب تھا اس لیے حضرت والد صاحب کو وہ بیانات پسند نہ آئے اور آپ نے واپس آکر ان سے متعلق اپنے تاثرات صدر ذی وقار حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو لکھ کر ان کی

خدمت میں ارسال کر دیے۔اس کے ابتدائی حصہ میں حضرت والد صاحب نے اپنے تعلقات کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

مکتوب حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ

اخی فی اللہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب سلمہم اللہ و عافہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے ملاقات کر کے بہت خوشی ہوئی اور آپ کے شکوہ کی جو تعلق کے سبب ہے بہت قدر ہوئی۔یہ تعلق قدیم کی بنا پر آپ کا شکوہ سر آنکھوں پر اور بندہ معذرت خواہ ہے۔

درحقیقت یہ ناکارہ ایسے حالات میں گھرا رہا اور اب بھی گھرا ہوا ہے کہ کراچی کا سفر بہت ہی مشکل ہے اس کے ذرائع تقریباً احقر کے لیے مفقود ہیں مگر پھر بھی ایک مرتبہ اس وقت حاضری ہوئی جب آپ دارالعلوم میں استاذ تھے اور دوسری مرتبہ جامعہ فاروقیہ میں جبکہ وہ بالکل ہی ابتدائی حالات میں تھا۔پھر دارالعلوم میں حاضری سے پہلے ان کو اطلاع دینے کے ساتھ آپ کو بھی مستقل خط سے اطلاع دے دی اور جامعہ فاروقیہ میں بھی حاضری ہوئی،اس کی چہل پہل اور رونق دیکھ کر دل خوش ہوا اور دل سے دعائیں نکلیں،عصر کی نماز بھی وہاں ہی ادا کی،آپ دارالعلوم لینے اور پھر چھوڑنے بھی ہمراہ آئے۔

مقصد یہ ہے کہ وہ تعلق قدیم جو دارالعلوم دیوبند کے زمانہ سے قائم ہوا تھا اس کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا گیا،مگر احقر کے حالات آپ کے حالات سے بالکل مختلف ہیں احقر کے لیے ملتان، لاہور، فیصل آباد کا سفر بھی مشکل اور اب تو بہت ہی مشکل ہو گیا بوجہ امراض قلب میں ابتلاء کے تین سال ہو گئے لکھنے پڑھنے کا کام بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ خط مشکل سے لکھا ہے،آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے پورے پاکستان میں دورہ کے وسائل مہیا کر دیے ہیں، امراض میں آپ بھی مبتلا ہیں صحت کی دعا کرتا بھی ہوں اور چاہتا بھی ہوں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور حسن

خاتمہ کی دولت سے نوازیں، آمین۔

جب آپ پنجاب میں آتے ہیں تو ملتان اور لاہور سے آرام دہ کوچ کا سفر سرگودھا تک بسہولت ہوسکتا ہے، البتہ سرگودھا ہوائی جہاز نہیں آتا، پہلے کچھ دنوں کے لیے لاہور سے آنے لگا تھا مگر پھر بند ہوگیا۔ اب صرف بسیں آتی جاتی ہیں مگر آرام دہ ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اب آپ کوساہی وال کے سفر میں پہلے کی طرح مشقت نہیں ہوگی۔

پرانے تعلقات کی بناپر یہ عریضہ لکھ دیا ہے ورنہ احقر کی یہ حیثیت نہیں کہ آپ کے بارہ میں کوئی شکوہ کرے احقر تو یہ کہتے ہوئے بھی شرماتا ہے کہ وہ ہمارے دوست ہیں کہ اس میں بھی ایک قسم کی برابری کا دعویٰ ہے جو مجھ جیسے ناکارہ کے لیے زیبا نہیں مگر آپ کے ہی برادرانہ برتاو نہ صرف احقر کے ساتھ بلکہ احقر کے بچوں کے ساتھ بھی شفقت کے اظہار کی وجہ سے یہ معروضات پیش کرنے کی جرات ہوگئی، اللہ تعالیٰ اس تعلق ومحبت کو الحب فی الله کا مصداق بنائیں اور ہمیشہ قائم رکھیں، دارین میں مفید بنائیں، آمین۔

۲۶ستمبر ۱۹۹۷ء کی کانفرنس میں استحکام پاکستان کے سلسلہ میں کم اوراس میں نفاذ اسلام کے نہ ہونے کا منفی پہلو غالب رہا۔ البتہ مولانا...نے پاکستان میں حدود وغیرہ کئی اسلامی قوانین کی منظوری کا ذکر کیا، مگر ان کا طرز بھی کسی قسم کی تحسین، حوصلہ افزائی کی بجائے امریکہ کی مخالفت میں موافقت کی آڑ لے کر منفی تاثر پیدا کر دیا کہ اس میں نفاذ اسلام ہی نہیں ہوسکتا تو اس کی کیا ضرورت ہے، کیا اس طرز عمل سے پاکستان کو تقویت ہوگی اور استحکام حاصل ہوگا یا اس سے تنفر؟ جبکہ اکثر ائمہ مساجد اور مدرسین مدارس عربیہ نے پچاس سال میں یہی ماحول بنایا کہ یہ تقسیم صحیح نہیں اور نظریہ تقسیم کے ہمارے اکابر مخالف تھے۔ گویا جو حضرات اس نظریہ کے موافق تھے وہ ہمارے اکابر نہیں تھے، یا وہ مسلم لیگ کے دھوکہ میں آ گئے، حالانکہ یہ بات حقیقت واقعہ کے خلاف ہے مسلم لیگ عرصہ دراز تک کانگریس کے ساتھ مل کر کام کرتی رہی ہے۔ مگر حضرت حکیم الامت ہندو مسلم اتحاد کے ایک

دن بھی حامی نہیں رہے، ہمیشہ زمین کے ایک حصہ کو احکام اسلام کے نفاذ کے لیے ضروری سمجھتے اور کہتے رہے الخ۔

مفصل مکتوب گرامی قارئین مجلّہ الحقانیہ ستمبر ۲۰۱۳ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

یکم جنوری ۲۰۰۱ء کو احقر کے والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے انتقال فرمایا حضرت شیخ نے تعزیتی فون کیا اور تعزیت نامہ بھی تحریر فرمایا پھر تعزیت کے لیے خود بھی ساہیوال تشریف لائے اور ہمیں حوصلہ دیا۔ مغرب کے بعد جامعہ حقانیہ میں حضرت شیخ کا بیان ہوا اس میں آپ نے حضرت والد ماجد سے اپنے تعلقات اور ان کی علمی دینی خدمات کا تذکرہ فرمایا اور اپنے حوالہ سے بھی ابتدائی حالات بیان فرمائے۔ احقر نے اس کے بعد ''حیات ترمذی'' کے نام سے حضرت والد ماجد کے حالات جمع کئے ساتھ ہی خیال آیا کہ حضرت کے معاصرین سے بھی تاثرات لکھوائے جائیں اس سلسلہ میں حضرت شیخ سے بات ہوئی تو طے ہوا کہ جامعہ حقانیہ میں اس موضوع پر جو بیان ہوا تھا اسی میں حذف واضافہ کر کے شائع کر دیا جائے، چنانچہ احقر نے وہ بیان ارسال خدمت کر دیا حضرت نے ملاحظہ کے بعد اس میں ترمیم واضافہ کے بعد احقر کو ارسال کر دیا، حضرت کا یہ بیان کتاب ''حیات ترمذی'' میں شائع ہو چکا ہے۔ حضرت والد صاحب کے بارہ میں آپ نے جو مضمون بیان فرمایا تھا اس سے دونوں حضرات میں باہمی تعلق اور معاصرت کے باوجود دوسرے کی علمی خدمات کا اعتراف ظاہر ہے، اسے مفید سمجھ کر حضرت کے الفاظ میں ہی نقل کیا جا رہا ہے:

حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی میرے حجرے کے ساتھی تھے، دارالعلوم دیوبند میں میں اور وہ ایک کمرے میں رہے، میں ان کو پہلے سے نہیں جانتا تھا ہمارے ایک ساتھی تھے حافظ رفیق صاحب اللہ نے ان کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا.....وہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قرآن کریم حفظ کر چکے تھے اور وہاں سے ان کی مولانا مفتی عبدالشکور سے واقفیت تھی، جب مولانا عبدالشکور دیوبند آئے تو حافظ رفیق نے ان کا استقبال کیا وہ ان کو جانتے

تھے میں نے ان کو اپنے ہاں کمرے کی پیش کش کی وہ کمرہ وہ تھا جس میں مولوی عتیق الرحمٰن سنبھلی (مولانا منظور احمد نعمانی کے صاحبزادے) مولانا ارشاد احمد فیض آبادی دار العلوم دیوبند کے رئیس التبلیغ، یہ آدمی میرے ساتھ اس کمرہ میں رہے ہیں ایک کمرہ ہمارا اور تھا جس میں ہمارے ساتھی رہا کرتے تھے تو مولانا عبدالشکور صاحب وہاں ہمارے ساتھ رہتے تھے۔

ایک مرتبہ مولانا عبدالشکور صاحب کے والد ماجد مولانا عبدالکریم صاحب تشریف لائے ان کو ہر وقت مسائل کی تحقیق کی فکر لگی رہتی تھی ہر وقت وہ کسی نہ کسی مسئلے کی تحقیق میں مشغول ہوتے تھے جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے حکم دیا کہ شامی لاؤ! تو کوئی طالب علم شامی لے آیا جب شامی آ گئی تو کتاب کھول کر مجھ سے کہا کہ یہاں سے عبارت پڑھو میری تو جان نکل گئی اتنے بڑے مولانا کے سامنے بغیر مطالعے کے عبارت کا پڑھنا یہ طالب علم لوگ جانتے ہیں ہنسی کھیل نہیں ہے لیکن یہ کہ بہر حال ان کا حکم تھا اور کتاب انہوں نے میرے حوالے کر دی میں نے عبارت پڑھی اور وہ جس مسئلے کی تحقیق کر رہے تھے اس بارے میں پھر انہوں نے کوئی رائے قائم کی۔ تو یہ ایک واقعہ مفتی عبدالشکور صاحب کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کے ساتھ ہمارا پیش آیا ہم صرف اس لیے بیان کر رہے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی خدمت میں بھی ہمیں شامی کی عبارت پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی وہ میرے لیے تو ایک یادگار بات ہے۔

اس کے بعد پھر جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ مولانا یہاں پاکستان آ گئے ہم بھی آ گئے وہ پہلے آئے ہم بعد میں آئے یہاں آنے کے بعد پھر ان سے رابطے شروع ہوئے ان رابطوں کے اندر بُعد مقامی کی وجہ سے کوئی زیادہ آمد و رفت کا سلسلہ تو نہیں ہوا لیکن یہ کہ بہر حال ان کی مشغولیت اور ان کے انہماک کا حال معلوم تھا جہاں تک ان کے علم کا تعلق ہے اس کی وسعت اور گہرائی کا ہم بدل و جان اعتراف کرتے ہیں اور یہ بات کہنے میں کوئی تکلف نہیں ہے نہ اس میں اشکال ہے کہ وہ موفقین اور مؤیدین میں سے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ

کی خاص توفیق ان کو حاصل تھی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے خوب کام لیا۔اس جیسے مقام پر جہاں وسائل ناپید، ذرائع معدوم اور مفقود لیکن انکی جوطلب تھی اوران کے اندر جو گویا کہئے کہ اس علم کے ساتھ شغف اور انہماک تھا اس طلب، شغف اور انہماک کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کوان توفیقات سے نوازا۔

بڑے بڑے ادارے ہیں، میں جس ادارے میں کام کرتا ہوں وہ بھی ایک بہت بڑا دارہ ہے آپ کواس کے بڑے ہونے کی ایک نشانی بتادیتا ہوں کہ اس سال وفاق المدارس کے امتحان میں پورے ملک میں جتنے مراکز قائم ہوئے ہیں جامعہ فاروقیہ سے بڑا کوئی مرکز نہیں تھا......لیکن کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارا کام تصنیف وتالیف اور تحقیق کے حوالے سے حضرت مفتی عبدالشکور صاحب کے کام کے مقابلے میں بلاشبہ صفر ہے،کوئی کام ہم نے نہیں کیا جو کیا وہ قابل ذکر اور شمار کیے جانے کے لائق نہیں اور یہاں جو مفتی صاحب نے کام کیا ہے تمام اصحاب علم وفضل اس کی افادیت، اہمیت اور عظمت کو تسلیم کرتے ہیں،اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو یہ توفیق عطا فرمائی۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طریقہ سے مولانا عبدالکریم صاحب کا انہماک اور شغف تھا وہ خالص علمی آدمی تھے انہوں نے تربیت کی تھی مفتی عبدالشکور کی۔ جب مفتی عبدالشکور ایسے بنے، یہ ایسے ہی از خود نہیں بن گئے تھے نہیں نہیں۔ایک ماہر محقق اور علم سے شغف رکھنے والے باپ کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی۔(حیات ترمذی ص۵۹۸)

حضرت شیخ اور والد صاحب کے باہمی تعلقات گزشتہ مضمون اور باہمی مکاتبت وواقعات مذکورہ سے واضح ہیں۔احقر ناکارہ نے گزشتہ سطور میں اس کی ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس ناچیز کو جو تعلق رہا اور آپ کی جو شفقت وعنایت ذرہ نوازی اس بندہ ناچیز پر رہی اس کی بھی ایک جھلک پیش کر دی جائے۔ ذیل کی سطور اسی مقصد کے لیے پیش خدمت ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا چونکہ آپ سے خاص تعلق تھا اس لیے وہ اپنی مجلس میں گاہے بگاہے آپ کا تذکرہ فرماتے رہتے تھے۔ احقر نے بچپن میں سب سے پہلے ان کی زبان مبارک سے ہی آپ کا تذکرہ سنا اور پہلی مرتبہ زیارت جہاں تک یاد ہے مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے پہلے سالانہ اجتماع منعقدہ ۱۳۹۹ھ میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں ہوئی، اس سے پہلے آپ اگرچہ ساہیوال تشریف لا چکے تھے لیکن احقر کو اس وقت کی زیارت یاد نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ میں ہوا وہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ تھے، ان کی جگہ ناظم اعلیٰ کے تقرر کے لیے قاسم العلوم ملتان میں وفاق کا جو اجلاس ہوا حضرت والد صاحب کے ساتھ احقر بھی اس میں موجود تھا، اس میں سب نے باتفاق رائے حضرت شیخ کو وفاق کا ناظم اعلیٰ مقرر فرمایا، عرصہ دراز تک آپ وفاق کے ناظم اعلیٰ رہے، آپ کے دور میں وفاق نے جو ترقی کی اس کی مثال نہیں ملتی، وفاق کی تنظیم وترقی کے لیے آپ نے جو جدوجہد کی وہ تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔

احقر کو یاد ہے کہ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ میں جب احقر جامعہ اشرفیہ لاہور میں زیر تعلیم تھا اور ایک رات کو عشاء کے بعد اپنے رفقاء درس کو جامعہ کی مسجد میں امتحان کی تیاری کرا رہا تھا اچانک احقر کے حجرہ کے عقب سے کسی نے دستک دی، احقر نے جب اٹھ کر دیکھا تو حضرت شیخ بہ نفس نفیس موجود تھے، فوراً مسجد کا بڑا دروازہ کھول حضرت کو اپنے حجرہ میں لایا، فرمایا کیا کر رہے تھے احقر نے جب بتایا کہ ''خیالی'' کا تکرار کرا رہا تھا تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ رات کا قیام احقر کے پاس فرمایا ساتھ ہی کمرہ میں حضرت مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ قیام پذیر تھے، انہیں حضرت کا بتایا تو وہ بھی تشریف لے آئے اور خوب مجلس رہی صبح کو ناشتہ کے بعد حضرت دیگر مدارس میں تشریف لے گئے، آپ کا یہ دورہ وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحانات کے نظم کے سلسلہ میں تھا، حضرت اس سلسلہ میں جگہ جگہ خود بھی تشریف لے

جارہے تھے اور حیرت کی بات یہ کہ اس وقت کوئی خادم بھی ساتھ نہ تھا۔ حضرت کی اس ہمت مردانہ اور جفاکشی کا یہ نتیجہ تھا کہ بعد میں وفاق ایک مضبوط اور مربوط ادارہ کے طور پر قائم ہوا۔

۱۴۰۳ھ میں وفاق المدارس کی طرف سے دورہ حدیث شریف کے سالانہ امتحان میں احقر بھی شریک تھا، جس روز بخاری شریف کا پرچہ تھا طلبہ نے پرچہ دیکھتے ہی احتجاج شروع کردیا کہ بہت سخت ہے اسے تو ماہر اساتذہ بھی حل نہیں کرسکتے، لیکن احتجاج بے سود رہا اور پرچہ حل کرنا پڑا، تمام طلبہ نے جیسے کیسے پرچہ کا جواب لکھا احقر کو بحمدہ تعالیٰ یہ پرچہ زیادہ مشکل معلوم نہیں ہوا اس لیے احقر نے خوب تفصیل سے جوابات لکھے اور نہایت اطمینان سے اسے حل کرکے اٹھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ پورے پاکستان میں اس پر احتجاج ہوا ہے اور اکثر طلبہ نے اسے مشکل قرار دیا ہے، احقر نے اسی روز گھر فون کیا حضرت والد صاحب نے بھی پہلا سوال یہی کیا کہ بخاری شریف کا پرچہ کیسا ہوا، احقر نے کہا بہت اچھا ہوا تو اطمینان کا اظہار فرمایا۔ خیر جب نتیجہ آیا تو واقعۃً بہت سے طلبہ اس میں فیل تھے، قدرتی طور پر احقر کے نمبر اچھے آگئے سو میں سے بحمداللہ تعالیٰ نوے نمبر آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ ساہیوال تشریف لائے، احقر سے فرمایا کہ تم نے دورہ حدیث کب کیا؟ احقر نے عرض کیا ۱۴۰۳ھ میں فرمانے لگے کہ بخاری شریف کا پرچہ کیسا تھا؟ احقر نے ساری صورت حال عرض کی تو فرمانے لگے تمہارے نمبر کتنے تھے میں نے کہا کہ نوے، ہنس کر فرمانے لگے کہ وہ ہم نے ہی دیئے تھے، پھر فرمایا کہ وہ پرچہ ہم نے بنایا تھا اور ہم نے ہی چیک بھی کیا تھا، بڑے بڑے حضرات نے اسے مشکل قرار دیا تھا اس پر طلبہ نے احتجاج کیا لیکن ہم اس سے متاثر نہیں ہوئے اس وقت عقدہ کھلا کہ یہ پرچہ اتنا مشکل کیوں تھا۔

تکفیر روافض کے سلسلہ میں حضرت شیخ کا نظریہ اثناعشریہ کی علی الاطلاق تکفیر کا تھا، یہی تحقیق حضرت علامہ عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی، جبکہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اور آپ کے متوسلین فقہاء کرام علماء علی الاطلاق تکفیر کا فتویٰ

نہیں دیتے تھے، احقر کے جدامجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی اور والد ماجد رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ علی الاطلاق تکفیر کا فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ حضرت شیخ سے جب اس موضوع پر گفتگو ہوتی تو آپ علی الاطلاق تکفیر کے دلائل دیتے اور اسی پر زور دیتے تھے۔

ایک مرتبہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور میں احقر سے فرمانے لگے کہ تم اب تک روافض کی علی الاطلاق تکفیر کے قائل نہیں جب کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں مطلقاً کافر قرار دیا ہے، اب تو تمہیں ماننا چاہئے احقر نے عرض کیا کہ حضرت تھانوی کا یہ فتویٰ کہاں ہے؟ تعجب سے فرمایا کہ تم نے ''امدادالفتاویٰ'' نہیں پڑھا یہ فتویٰ اس میں موجود ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ اس میں تو کوئی ایسا فتویٰ احقر کی نظر سے نہیں گزرا۔ امدادالفتاویٰ چونکہ وہاں موجود تھا اس لیے احقر نے اس کی جلد چہارم نکال کر حضرت کی خدمت میں پیش کر دی، حضرت نے امدادالفتاویٰ سے تکفیر روافض کے فتویٰ پر مولانا عبدالماجد دریا آبادی مرحوم کے اشکالات کے جوابات نکال کر دکھائے اور فرمایا کہ اس میں صاف طور پر روافض کی علی الاطلاق تکفیر ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ مولانا دریا آبادی کے شبہات کا جواب ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ نہیں ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ احقر نے عرض کیا کہ ان شبہات کے جواب کے بعد حضرت تھانوی نے یہ خود ہی تحریر فرمایا ہے اور پھر اس سلسلہ میں جو اپنی رائے ہے وہ بھی تحریر فرمائی۔ احقر نے حضرت شیخ کو وہ نکال کر پیش کی تو آپ نے اسے بغور پڑھا اور احقر کی تائید فرمائی کہ تمہاری بات صحیح ہے واقعۃً یہ حضرت تھانوی کا فتویٰ نہیں ہے لیکن یہ حضرت کی رائے ہے۔ اس موضوع پر ہماری رائے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، ان کی تحقیق چونکہ علی الاطلاق تکفیر کی ہے اس لیے ہماری بھی یہی رائے ہے اور ہم اسے ہی صحیح سمجھتے ہیں۔

احقر کو معلوم تھا کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو ظاہر کے ساتھ حق تعالیٰ نے علم باطن

سے بھی خوب آراستہ و پیراستہ فرما رکھا ہے اور حضرت اقدس مولانا فقیر محمد پشاوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے آپ خلیفہ بھی ہیں، لیکن حضرت نے اب تک کسی کو خلافت نہیں دی، احقر نے اپنے بزرگوں کے قدیم تعلق اور حضرت کی شفقت کی بنا پر اپنی تمام تر نااہلی کے باوجود اس موضوع پر حضرت سے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ حضرت نے واقعۃً اب تک کسی کو بھی خلافت واجازت بیعت نہیں دی اور آپ اس سلسلہ میں انتہائی محتاط ہیں، احقر نے نہ معلوم کیوں حضرت سے خلافت بلافصل کا مطالبہ کر دیا، حضرت نے بے انتہاء شفقت فرماتے ہوئے اصلاح کی طرف متوجہ فرمایا افسوس کہ احقر نے اصلاح تو نہ کرائی البتہ حضرت کی شفقت وعنایت کا ظہور ہوا کہ اس ناکارہ کو حضرت نے اجازت عطا فرما دی۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یہ محض حضرت والا کی عنایت تھی ورنہ بندہ ناچیز اس کا اہل نہیں ہے۔

حضرت شیخ کے ساتھ کئی مرتبہ سفر کی سعادت حاصل ہوئی، ان اسفار میں فیصل آباد تا ساہیوال۔ اور سرگودھا سے لاہور۔ ساہیوال تا کبیر والا۔ کبیر والا تا وہاڑی کا سفر خوب یاد ہے۔ ان اسفار میں حضرت سے استفادہ کا خوب موقع ملا اور حضرت کے بیانات بھی سنے۔

احقر نے متعدد مقامات پر تکمیل بخاری شریف کی تقریبات میں شرکت کی اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان سنا، حضرت نے ایک ہی حدیث سے متعلق ہر جگہ الگ بیان فرمایا، انداز بیاں نہایت صاف، شگفتہ اور شیریں و دلکش اور مرتب ہوتا، حضرت حدیث سے متعلق تمام مباحث کا حاصل بہت ہی جامع اور مدلل انداز میں بیان فرماتے، اسی لیے حضرت کی تدریس میں مہارت کے چھوٹے بڑے سب قائل ہیں، بلاشبہ آپ میدان تدریس کے شہ سوار اور بادشاہ تھے۔

دارالعلوم کبیر والا کے سالانہ جلسہ میں ظہر کے بعد حضرت علامہ محمد عبدالستار تونسوی کا بیان تھا، بیان کے آخر میں حضرت مہتمم صاحب نے آپ سے دارالعلوم کے طلبہ کی طرف سے دورہ حدیث کی اجازت کی درخواست کی، حضرت علامہ تونسوی رحمہ اللہ نے

فرمایا کہ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ وفات کے بعد قبر اطہر میں حضور پاک ﷺ کو حیات حاصل ہے ان کو اجازت ہے۔جن کا یہ عقیدہ نہیں ان کو اجازت نہیں ہے، احقر نے یہ بات حضرت شیخ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا تھا کہ جن کا عقیدہ حیات النبی ﷺ کا نہیں ان کو اجازت نہیں ہے۔احقر ناکارہ نے اس پر عرض کیا کہ وفاق المدارس تو ان کو سند دے رہا ہے۔حضرت نے فرمایا ہاں ہم اس کا حل سوچ رہے ہیں۔پھر مغرب کے بعد ختم بخاری شریف کی تکمیل پر آپ کا بیان ہوا۔

اس کے بعد حضرت ٹھینگی تشریف لے گئے ،ہم بھی حضرت کے ساتھ تھے، گاڑی مولانا مفتی طاہر مسعود زید مجدہم چلا رہے تھے، رات کا وقت تھا ہماری جو گاڑی ہم سے آگے تھی ہم اسی کے پیچھے جا رہے تھے لیکن نہ معلوم کیسے مغالطہ لگا کہ ہم ایک اور گاڑی کو اپنی گاڑی سمجھ کر اس کے پیچھے لگ گئے ،ہمیں اس وقت اپنی غلطی کا احساس ہوا جب یہ گاڑی ایک دیہات بلکہ ڈیرہ پر جا کر کھڑی ہوئی ، یہ بہت پریشانی کی بات تھی ادھر حضرت کی ناراضگی کا ڈر بھی تھا لیکن جونہی حضرت کو اس کا پتہ چلا تو حضرت خوب محظوظ ہوئے ،اس سے ہمارا سارا خوف اور پریشانی کافور ہوگئی ، جہاں پہنچے تھے ان لوگوں کو جب اصل صورت حال کا پتہ چلا انہوں نے بڑا اکرام کیا اور صحیح راستہ بتلایا۔پھر ہم حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب مدظلہم کے ہاں جامعہ خالد بن ولید میں پہنچے۔رات کا قیام وہیں رہا اور صبح کو حضرت دفتر وفاق ملتان تشریف لے گئے۔اس واقعہ سے حضرت کی بردباری اور حلم واضح ہے،فللہ درہ۔

ایک مرتبہ جامعہ خیر المدارس ملتان کے جلسہ پر حضرات علماء کرام جمع تھے،حضرت شیخ اور حضرت والد ماجد ایک جگہ کھانے کے پروگرام میں شریک ہوئے احقر ناکارہ بھی ساتھ تھا، دسترخوان پر مختلف کھانے موجود تھے حلوہ بھی تھا،حضرت شیخ نے اپنا واقعہ سنایا کہ مجھے حلوہ کی طرف بچپن سے ہی کوئی رغبت نہ تھی لیکن جب سے میں نے حدیث پاک میں پڑھا: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب الحلوا۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز پسند

فرماتے تھے۔اس وقت سے مجھے حلوہ سے طبعی طور پر رغبت ہوگئی،اس نکتہ پرسب علماء بڑے محظوظ ہوئے۔

مجلس صیانۃ المسلمین لاہور کے سالانہ اجتماع پر ایک مرتبہ سب حضرات علماء کرام کی موجودگی میں حضرت شیخ سے بیان کے لیے اصرار کیا گیا، بڑی مشکل سے حضرت اس پرآمادہ ہوئے۔بیان کے بعد حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے بڑی داد دی،اور آپ کے بیان کی بڑی تعریف فرمائی۔اسی طرح دارالعلوم کراچی کے پچاس سالہ اجتماع میں آپ نے بڑا عظیم الشان بیان فرمایا۔سب حضرات اس پر حیران اور ششدر تھے،بحمداللہ تعالیٰ احقر ان دونوں بیانات میں حاضر تھا۔

رجب المرجب ۱۴۲۵ھ میں جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا میں پہلی مرتبہ بخاری شریف کی تکمیل کا جلسہ تھا،برادرم جناب مولانا مفتی طاہر مسعود صاحب زیدمجدہم نے احقر سے فرمایا کہ اس موقع پرحضرت شیخ کو بلانا ہے آپ حضرت کودعوت دیں،احقر نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا اور مفتاح العلوم کے ساتھ جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا اور جامعہ حقانیہ کا پروگرام بھی بنالیا۔حضرت شیخ نے ازراہ ذرہ نوازی دعوت قبول فرمائی اور تینوں جگہ تشریف لاکر بیان فرمایا۔اس بارہ میں احقر کا عریضہ اور آپ کا جواب یہ ہے۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بخدمت گرامی حضرت اقدس مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی خدا کرے کہ بخیر ہوں،آمین۔

گزارش ہے کہ عرصہ سے احقر کا خیال ہے کہ آنجناب کو بیان کے لیے ساہیوال سرگودھا کی دعوت دوں،سرگودھا میں مدرسہ اسلامیہ محمودیہ اور جامعہ مفتاح العلوم کے احباب کا بھی شدید تقاضہ ہے۔اگرآنجناب رجب المرجب میں کوئی تاریخ عنایت فرمادیں تو عنایت ہو۔جامعہ مفتاح العلوم میں اس سال دورہ حدیث شریف بھی ہورہا ہے،ختم بخاری ان شاءاللہ

رجب میں ہے اس کے لیے آنجناب سے بطور خاص درخواست ہے۔ امید ہے کہ حسب سابق عنایت فرمائیں گے، اس موقع پر ساہیوال تشریف آوری کے لیے بھی زحمت دوں گا۔ جواب باصواب سے مطلع فرمائیں، اگر فون پر گفتگو کا وقت معلوم ہو جائے تو احقر فون بھی کر لے گا۔ الخ۔

۱۳/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

از: سلیم اللہ خان جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل ٹاون کراچی

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی زیدمجدہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

یاد آوری کا شکریہ جزاکم اللہ تعالیٰ کل خیر، آمین۔

جواب تاخیر سے لکھا جا رہا ہے، اسباق کی مشغولیت، حوادث کی کثرت، روز بروز اپنی حالت کی انحطاط پذیر کیفیت اور وفاق المدارس کی حل طلب کوشش تاخیر کا سبب ہے، انتظار کی زحمت کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

رجب میں جامعہ فاروق اعظم جھنگ روڈ فیصل آباد جانا ہوتا ہے، اگر اس سال بھی حالات مخل نہ ہوئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ حاضری ہوگی۔ اسی موقع پر رابطہ مفید ہوگا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آپ کی خاطر یہ زحمت برداشت کی جائے گی ورنہ احقر اس کا متحمل ہے نہ خواہش مند۔ اگر عشاء کے بعد ساڑھے دس بجے تک فون کریں تو باقی امور پر بات ہو جائے گی۔ پرسان حال احباب سے سلام اور درخواست دعاء۔ سلیم اللہ خان

۲۲/۴/۱۴۲۵ھ ۱۱/۶/۲۰۰۴ء

اس موقع پر سرگودھا کے ایک بزرگ مخدوم ومکرم جناب اللہ رکھا توکلی مرحوم ومغفور نے حضرت کی خدمت میں اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت دی تو حضرت نے

انہیں جواب میں یہ مکتوب تحریر فرمایا۔

باسمہ تعالیٰ

مکرمی ومحترمی حضرت توکلی صاحب زید معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

گزارش ہے کہ احقر کے اس سفر کے محرک جناب مولانا مفتی عبدالقدوس زید مجدہم ہیں انہی کے ارشاد پر سفر کا ارادہ کیا ہے، احقر سرگودھا کے حالات سے براہ راست زیادہ واقف نہیں ہے۔ مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی درحقیقت میرے میزبان ہیں ان سے رابطہ کر لیجئے اگر وہ راضی ہیں تو احقر بھی راضی ہے بلکہ مزید برآں آپ کی عزت افزائی اور حسن ظن کو اپنی مغفرت کا ذریعہ سمجھے گا۔ والسلام سلیم اللہ خان

جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل ٹاؤن کراچی

۱۰ ر رجب ۱۴۲۵ھ ۲۷ ر اگست ۲۰۰۴ء

اسی موقع پر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے ۱۴۲۵ھ بمطابق ستمبر ۲۰۰۴ء بعد عصر جامعہ حقانیہ میں ''تزکیہ'' کے موضوع پر شاندار بیان فرمایا، اور اس کے آخر میں احقر کی خلافت کا اعلان فرما دیا، اس بارہ میں آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ بعینہ آپ کے الفاظ میں یہ ہے:

ایک مسئلہ اور ہے تھوڑا سا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا وہ واذقال ربك للملئكة انی جاعل فی الارض خليفة اور ان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور خلیفہ مقرر کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کو اور ان کی ہدایات کو بطور نیابت اللہ کی مخلوق تک پہنچائیں اس کے بعد پھر انبیاء علیہم السلام کے یہاں بھی یہ سلسلہ خلافت چلتا رہا، آپ کو معلوم ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلفاء میں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق مشہور خلفاء ہیں اور پھر گویا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھی الخلافة بعدی ثلاثون سنة کا ارشاد موجود ہے اور حضرت ابوبکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے خلیفہ مقرر ہوئے اور ان کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور ان کے بعد پھر حضرت عثمان خلیفہ مقرر ہوئے اور ان کے بعد پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں نامزدگی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوئی اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا سلسلہ اور اس کے بعد بھی یہ سلسلہ برابر چلتا رہا تو آج میں نے ارادہ کیا ہے کہ مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب کو میں خلافت دیدوں اور میں نے اب تک کسی کو خلافت نہیں دی، اور اس کی وجہ میں نے ان کو تفصیل سے سمجھائی کہ حالات اس طرح کے ہیں کہ اس خلافت کا استعمال بہت غلط ہوتا ہے اور اس خلافت کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کیا جاتا، لیکن ان کے بارے میں ان کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کے پیش نظر مجھے بہت حد تک اطمینان ہے کہ یہ اس کا استعمال غلط نہیں کریں گے اور اس کے علاوہ ان کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل کے اعتبار سے بہت ساری صلاحیتیں عطا فرمائیں ہیں، ان کے متعلق کہوں گا کہ وہ اس میں اور مزید کوشش کریں اور آج کا موضوع میری گفتگو کا تھا کہ اپنے تزکیہ کی طرف خاص طور سے توجہ دیجائے اس کا اہتمام بلیغ ان کی طرف سے ہونا چاہئے۔ چونکہ تعلیم کتاب کی یا حدیث کی ہو یا وہ فقہ کی ہو وہ اپنے اثرات اور اپنے نتائج کے اعتبار سے اس وقت خوش گوار اور دل بہار بنتی ہے جبکہ پہلے تزکیے کا بھی اہتمام ہو تو اس لئے ان کو ان ساری باتوں کا اہتمام کرنا چاہئے۔ آپ دعا کریں جو باتیں کہی گئی ہیں اللہ ان کو قبول فرمائیں اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں، انتہیٰ۔

احقر پر حضرت شیخ کے اس اعلان کا بے حد اثر ہوا اور گریہ طاری ہو گیا، بعد میں احقر نے حضرت سے عرض بھی کیا کہ حضرت آپ نے یہ کیا کر دیا، احقر تو اس کا ہرگز اہل نہیں ہے اس بارہ میں آپ سے جو کچھ میں نے عرض کیا تھا وہ میری غلطی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہم نے اعلان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں گے۔ احقر نے اس کے بعد اپنی نااہلی اور عدم استحقاق کا عریضہ بھی لکھا جو درج ذیل ہے۔

۵ر رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

بملاحظہ گرامی سیدی حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی وطبع سامی خدا کرے کہ بخیر ہوں، آمین۔

حضرت والا اس ناکارہ کی درخواست پر ۶ر ستمبر کو ساہیوال تشریف لائے اور عظیم الشان خطاب بھی فرمایا اس پر شکریہ کا عریضہ لکھنے کا تقاضہ تھا لیکن استخلاف کے قضیہ کی بنا پر شرمندہ تھا۔ اب ''ماہنامہ الفاروق'' کراچی کے تازہ شمارہ میں استخلاف کا اعلان دیکھ کر مزید شرمندگی ہوئی۔ احقر کو اپنی حماقت پر سوائے حوقلہ پڑھنے کے کچھ سمجھ نہیں آتا لیکن ساتھ ہی حضرت والا کی شفقت وعنایت اور فضل ربی کو دیکھتا ہوں تو تشکر کے جذبات میں اپنے آپ کو غرق پاتا ہوں، اپنی نااہلی اور عدم استحقاق کے باوجود بے شمار نعمتوں کا سلسلہ یقیناً محض کرم ہے ورنہ اپنا حال تو یہ ہے۔

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم در حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

حضرت والا سے اپنے احوال کی اصلاح کے لیے خصوصی توجہ اور دعاء کی درخواست ہے، کیونکہ بندہ ع آنکہ خویشتن گم ست کرا رہبری کند کا مصداق ہے۔

حضرت والا یہ ناکارہ سراپا تقصیر ہے، ظاہر وباطنی اعتبار سے اصلاح کا سخت محتاج ہے، استخلاف کا ہرگز اہل نہیں ہے اس لیے بندہ مبارک سلسلہ امدادیہ اشرفیہ کی بدنامی سے بھی سخت خائف ہے، لہٰذا گزارش ہے کہ احقر کی اصلاح فرمائی جائے حضرت کا احسان مند ہوگا بندہ ہدایات کا منتظر ہے۔

حضرت والا دامت برکاتہم نے تزکیہ سے متعلق جو عظیم اور نہایت نافع وجامع خطاب ساہیوال میں فرمایا تھا، وہ ایک عزیز نے کیسٹ سے نقل کیا ہے ارسال خدمت ہے، بعد ملاحظہ مناسب ہو تو ''الفاروق'' میں شائع فرمادیں۔

اس کا آخری پیرا اگر حذف فرمادیں تو عنایت ہوگی، عریضہ میں کوئی غلطی ہو تو معاف فرمادیں۔اپنے لیے اہل خانہ اور جامعہ کے لیے بطور خاص دعا کی درخواست ہے۔فقط والسلام

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

حضرت نے اس عریضہ کے باوجود اپنا اعلان باقی رکھا اور اس کے بعد کئی مرتبہ سرگودھا اور ساہیوال تشریف لائے اور اپنے بیانات اور انوارات سے متعقلین واحباب کو منور فرمایا۔

۱۴۲۷ھ شعبان المعظم میں جامعہ حقانیہ میں تکمیل بخاری شریف کی تقریب تھی، حضرت شیخ ملتان سے جناب مولانا ولی المظفر صاحب زیدمجدہم کے ساتھ ساہیوال تشریف لائے جلسہ عشاء کے بعد تھا لیکن موسم سخت خراب ہوا اور بڑی تیز بارش ہوگئی، پروگرام ختم کرنا پڑا۔حضرت نے فرمایا کہ میں صبح کو ناشتہ کے بعد درس بخاری دوں گا۔ چنانچہ اگلے روز حضرت نے درس بخاری شریف دیا اور دعا کے بعد ملتان تشریف لے گئے۔

حضرت شیخ جب بھی تشریف لاتے بڑی بشاشت اور انبساط کا اظہار فرماتے، خوب محفلیں ہوتیں اور مختلف موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ چلتا، حضرت محفل کی سرپرستی فرماتے اور خود بھی حصہ لیتے اور ہماری خوب حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔حضرت کی محفل اور مجلس کی لذت سارے سال باقی رہتی اور سالانہ جلسہ کا انتظار لگا رہتا، افسوس کہ اب یہ سلسلہ ختم ہوگیا ع آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

ایک مرتبہ مفتاح العلوم سرگودھا سے دارالعلوم کبیروالا کا پروگرام تھا، حضرت شیخ نے ساہیوال سے گزر کر کبیروالا تشریف لے جانا تھا، احقر نے حضرت سے عرض کیا کہ ساہیوال میں کوئی پروگرام اور جلسہ نہیں ہے لیکن راستہ وہی ہے اس لیے احقر کی درخواست ہے کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے جامعہ حقانیہ میں تشریف لے آئیں، طلبہ اور احباب زیارت بھی کرلیں گے اور برخوردار عبدالواسع سلمہ نے ناظرہ قرآن کریم مکمل کیا ہے وہ آپ کو آخری سبق بھی سنادے گا، دعا کے بعد کبیروالا تشریف لے جائیں احقر بھی ساتھ جائے گا، فوراً فرمایا آپ

جو چاہیں بلا تکلف کہیں میں آپ کا ہر مطالبہ ماننے کے لیے تیار ہوں۔ یہ حضرت کی غایت شفقت اور ذرہ نوازی تھی، چنانچہ تشریف لائے، صاحبزادہ گرامی مخدوم زادہ حضرت مولانا عبید اللہ خالد مدظلہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت نے عبدالواسع سلمہ سے آخری سبق سن کر دعاء فرمائی، احباب اور طلبہ نے زیارت کر لی اور پھر حضرت سفر پر روانہ ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ جامعہ حقانیہ کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے فرمانے لگے آج ہم اس جلسہ میں ایک نئی مہم اور تحریک کا اعلان کریں گے، چنانچہ بیان فرمایا اور اعلان کیا کہ ارباب مدراس کو الگ جگہ پر عصری تعلیم کا بھی اپنی نگرانی میں اہتمام کرنا چاہئے، اسی اعلان کے بعد ساہیوال میں بھی حقانیہ سکول کے نام سے ایک الگ ادارہ قائم ہوا، اور حضرت کا یہ بیان ماہنامہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے ادارتی صفحات میں شائع کیا اور احقر نے بھی اسے الگ شائع کر کے تقسیم کیا۔

حضرت شیخ اپنے مسلک و مشرب میں انتہائی پختہ اور متصلب تھے، اس سلسلہ میں حضرت والا کا سنایا ہوا یہ واقعہ خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ جھنگ کے علاقہ سے ایک عالم نے اپنے مدرسہ کے جلسہ کے لیے حضرت کو دعوت دی، جن عالم کے توسط سے دعوت دی گئی تھی حضرت نے ان پر اعتماد کی وجہ سے دعوت قبول فرمالی اور اس مدرسہ کے لیے وقت دے دیا۔ مدرسہ کی انتظامیہ نے اس کی خوب تشہیر کی اور بڑے بڑے اشتہار شائع کئے، حضرت کا اسم گرامی بڑا نمایاں لکھا، ساتھ ہی انہوں نے اپنے مسلک کے علماء کے نام بھی اشتہار میں دے دیے، اشتہار میں حضرت والا کا اسم گرامی دیکھ کر صحیح مسلک کے حضرات کو بہت تعجب ہوا کہ حضرت نے انہیں کیسے وقت عنایت فرما دیا یہ لوگ تو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں، ادھر جلسہ کا وقت قریب آ گیا، حضرت شیخ نے فیصل آباد سے اس جلسہ میں تشریف لانا تھا، مدرسہ کے ذمہ دار حضرت کو لینے فیصل آباد پہنچے حضرت نے ان کے جلسہ میں شرکت سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ تم نے جلسہ کے اشتہار میں فلاں مولوی صاحب کا نام لکھا ہے جو حیات النبی صلی اللہ علیہ

وسلم کے منکر ہیں، اس سے مجھے معلوم ہوا کہ تمہارا مسلک صحیح نہیں لہٰذا میں تمہارے جلسہ میں شرکت نہیں کروں گا، انہوں نے بہت منت سماجت کی اور سفارش بھی کرائی لیکن حضرت نے ان کے ہاں جانے سے صاف انکار فرمادیا اور تمام تر کوشش کے باوجود جلسہ میں شرکت نہیں فرمائی۔

اسی طرح آخر حیات میں حضرت والا جب مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کی تقریب میں تشریف لے گئے تو آپ نے اس اسٹیج پر اپنے مسلک ومشرب کا واشگاف الفاظ میں یوں اظہار فرمایا:

''حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''المہند'' تصنیف فرمائی ہے جو علماء دیوبند کے مسلک ومشرب کی متفق علیہ دستاویز ہے۔حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت رائے پوری، حضرت تھانوی، حضرت مدنی، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ وہ حضرات علمائے کرام جو مسلک دیوبند سے وابستہ ہیں وہ ''المہند'' ہی کو اپنے مسلک ومشرب کا منشور قرار دیتے ہیں۔ ہم اس میں نہ کسی ترمیم کو قبول کرتے ہیں نہ تاویل کو''۔(ماہنامہ وفاق المدارس ص ۶ صفر المظفر)

اسی طرح جب بعض علماء نے ''اکابر کا مسلک ومشرب'' کے نام سے غلط مسلک کو علماء حق دیوبند کی طرف منسوب کیا تو بہت سے علماء حق نے اس کی تردید کی، حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے بھی ایک رسالہ تحریر فرمایا۔حضرت شیخ نے اسے دیکھ کر خاصی مسرت اور خوشی کا اظہار فرمایا اور اس کی اشاعت پر زور دیا۔

ان واقعات کے بعد اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند گرامی نامہ جات اور ان کا پس منظر پیش کر دیا جائے، چنانچہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) المہند علی المفند اکابر علماء دیوبند کی متفقہ مسلکی دستاویز ہے، اس کا خلاصہ بہت پہلے احقر کے والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''عقائد علماء دیوبند'' کے نام سے تحریر فرمایا تھا جس پر اس دور کے تمام اکابر علماء دیوبند سے تصدیق حاصل کر کے اسے شائع کیا گیا۔احقر کو

خیال آیا کہ موجودہ اکابر کی تصدیق اس پر حاصل کر لی جائے تا کہ حضرت علامہ خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہما اللہ تعالیٰ سے لے کر موجودہ حضرات تک رسالہ میں مندرج تمام عقائد پر تصدیق کا تسلسل قائم رہے۔

چنانچہ ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۹۸۵ء میں جو اکابر حیات تھے ان سے تصدیقات کے بعد یہ رسالہ شائع کیا گیا جو اب تک مسلسل شائع ہو رہا ہے۔احقر نے اس سلسلہ میں حضرت شیخ کی خدمت میں بھی رسالہ بھیجا اور تصدیق کے لیے عرض کیا،حضرت نے درج ذیل جواب عنایت فرمایا۔

محترمی زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

یاد آوری کا شکریہ قبول فرمائیں آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ کرنا ایک جرم اور جواب نہ دینا دوسرا بڑا جرم تھا اس لیے اپنی مجبوریوں کے پیش نظر فیصلہ یہ کیا کہ کم از کم دوسرے بڑے جرم سے بچنے کی کوشش تو کر ہی لوں، یہ بھی امید ہے کہ اس کے نتیجے میں ممکن ہے پہلے جرم میں کچھ تخفیف ہو جائے اور معافی مل جائے۔

دراصل اکابر کی کسی تحریر کی تائید وتوثیق مجھے اپنے درجے سے اوپر کی بات معلوم ہوتی ہے اور اس میں بے ادبی کا شبہ ہوتا ہے اس لیے جرأت نہیں ہوئی، جہاں تک اپنے نقطہ نظر کا تعلق ہے بحمد اللہ تعالیٰ وہ اکابر کے درج کردہ تمام عنوانات میں حرف بحرف تحریر کتاب کے مطابق ہے۔والد ماجد زید مجدہم سے سلام ودعاء کے بعد مزاج پرسی کیجئے۔فقط

سلیم اللہ خان

۱۴/۷/۱۴۰۵ھ

(۲) ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ وفاق کے اجلاس کے سلسلہ میں فیصل آباد تشریف لائے، برادر معظم جناب مولانا عبدالصبور صاحب ترمذی مرحوم وفاق کے

اجلاس میں شریک ہوئے، حضرت شیخ اجلاس سے فارغ ہوکر بھائی جان مرحوم کے ساتھ ساہی وال جامعہ حقانیہ تشریف لائے، رات کا قیام بھی جامعہ میں فرمایا، حضرت والد صاحب سے مختلف موضوعات پر گفتگو رہی جس سے ہمیں بھی مستفید ہونے کا موقع ملا، اس موقع پر حضرت نے جامعہ کے رجسٹر برائے معائنہ پر جو تحریر قلم بند فرمائی تھی وہ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداو مصلیا : آج مورخہ ۸؍صفرالخیر ۱۴۰۶ھ مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال میں حاضری ہوئی، حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب دامت برکاتہم کی زیارت سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا موصوف کی علمی مجلس کے فیوض سے بہرہ ور اور مدرسہ کے تعلیمی وتربیتی کوائف سے مطلع ہوکر محظوظ ہوا۔ مدرسہ کی عمارت اور قیمتی کتب خانہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

اس وقت مدرسہ میں ۳۱۶ طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ درجہ کتب میں سترہ طلبہ، حفظ میں چونسٹھ، ناظرہ وقاعدہ میں دوسوپینتیس طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ چار اساتذہ قرآن مجید کے لیے اور کتب کے لیے دو استاد مقرر ہیں۔ سہ ماہی کے نتائج بھی دیکھے ممتحنین حضرات کی آراء بھی پڑھیں، ماشاء اللہ تعالیٰ تعلیم وتربیت دونوں کا معقول انتظام ہے اور کام اطمینان بخش طریقہ پر ہورہا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کا وجود باجود مدرسہ کے لیے نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے اور ادارے کو زیادہ سے زیادہ ترقیات سے نوازے، آمین۔ فقط

سلیم اللہ خان

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نوٹ: مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ساتھ ملحق ہے اور اس کے طلبہ وفاق کے سالانہ امتحانات میں شرکت کرتے ہیں، ثانویہ خاصہ تک درجہ بندی کے ساتھ تعلیم ہو رہی ہے۔ سلیم اللہ خان

(۳) فروری ۱۹۸۶ء میں حضرت والد ماجد قدس سرہ حضرت مفتی اعظم مفتی محمد رفیع عثمانی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی دعوت پر دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے احقر ناکارہ آپ کے ساتھ تھا، کئی روز دارالعلوم میں قیام ہوا، حضرت شیخ اس دوران خود دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت والد صاحب کو جامعہ فاروقیہ کے لیے دعوت دی بلکہ اپنے ساتھ لے گئے اور پھر دارالعلوم پہنچا بھی گئے، دارالعلوم میں کئی روز قیام کے بعد ہماری واپسی ہوئی لیکن آخر میں حضرت شیخ سے ملاقات نہیں ہو سکی، حضرت شیخ نے ہماری کراچی سے واپسی کے بعد احقر ناکارہ کو یہ گرامی نامہ تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز محترم مولوی عبدالقدوس صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

میں اپنی مجبوریوں کی وجہ سے آخر وقت ملاقات سے محروم رہا اس کا افسوس ہے، اور آپ حضرات سے معذرت خواہ ہوں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم سے بعد سلام مسنون میری طرف سے معذرت پیش کر دیں۔

میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''تقریر بخاری'' کی انتہائی مستند کوئی کاپی اگر مل جائے تو مجھے اس کی ضرورت ہے، آپ نے فرمایا تھا کہ مل سکتی ہے اور امید ہے۔ غالب گمان ہے کہ اس سلسلہ میں مشاغل کی بنا پر پیش رفت نہ ہو سکی ہوگی اسی لیے یہ عریضہ ارسال خدمت ہے کہ از راہ ذرہ نوازی اس سلسلہ میں بعجلت تمام کوشش فرما کر قریبی وقت میں مثبت جواب سے مسرور فرمائیں، جس

قدر کوشش ممکن ہو جلد از جلد کریں اور کاپی یا اس کی واضح فوٹو مجھے بھجوا دیں جو بھی مصارف آمد و رفت اور فوٹو و ڈاک وغیرہ کے ہوں گے میں ادا کر دوں گا اس میں ہرگز تکلف نہ فرمائیں۔

بھائی عبدالصبور صاحب کو اور حضرت مفتی صاحب مدظلہ کو سلام مسنون فرمائیں۔ والسلام

سلیم اللہ جامعہ فاروقیہ کراچی ۲۵

۱۲/۷/۱۴۰۶ھ

(۴) حضرت والد صاحب سے متعلق تاثرات کے لیے احقر نے حضرت شیخ سے عرض کیا تھا، اس پر یہ طے ہوا کہ حضرت نے اس موضوع پر ساہیوال میں جو بیان فرمایا تھا اسی کو تاثرات کے حصہ میں اصلاح و ترمیم کے بعد شائع کیا جائے گا، اسے نقل کر کے اصلاح کے لیے حضرت شیخ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔

نیز حضرت شیخ سے ساہیوال میں گفتگو کے دوران چچازاد برادر عزیز محمد نعیم ترمذی سلمہ نے عرض کیا تھا کہ آپ کی بخاری شریف کی جتنی کیسٹیں ہیں بہتر یہ ہے کہ ان کی سی ڈی تیار کر لی جائے اس سے نقل میں آسانی رہے گی، حضرت نے اس گفتگو میں خاصی دلچسپی لی اور پھر اس بات کو یاد رکھا، درج ذیل گرامی نامہ میں ان دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

باسمہ تعالیٰ

مکرمی زید مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ جملہ متعلقین کے ساتھ بہمہ وجوہ بخیریت ہوں گے۔

آپ نے فرمایا تھا کہ جامعہ حقانیہ میں بعد مغرب ہونے والی میری گفتگو کو لکھ کر آپ بھیجیں گے اور میں اسی میں کچھ رد و بدل اور اضافے کے ساتھ آپ کو واپس کر دوں گا اور اس سے آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا تو اس تحریر کا انتظار ہے۔

نیز وہ کیسٹوں کو محفوظ کرنے کی جو گفتگو ہوئی تھی اور ایک عزیز نے بہت زور دے کر فرمایا تھا کہ یہ ہو سکتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کا پتہ مجھے بھیج دیں (وہ شاید اسلام آباد

میں ہوتے ہیں) تو میں ان سے رابطہ کر کے اس کی تفصیلات معلوم کروں گا اور پھر یہاں اپنے پاس اس کی کوشش کروں گا۔ پرسان حال اور چچا صاحب کو سلام مسنون عرض ہے۔

سلیم اللہ خان

۱۴۲۲/۱۰/۲۸ھ ۲۰۰۲/۱/۱۳ء

(۵) جنرل پرویز مشرف کی حکومت میں دینی مدارس کی رجسٹریشن کے بارہ میں ایک آرڈیننس جاری کیا گیا تھا، جس میں حکومت نے مدارس کی رجسٹریشن بند کردی تھی اور اس سلسلہ میں مدارس کو اپنی عائد کردہ شرائط ماننے پر مجبور کرنا چاہا تھا، حضرت شیخ نے وفاق المدارس اور دیگر اداروں کی طرف سے اس کی سخت مخالفت کی اور اس آرڈیننس کو نامنظور قرار دیا۔ احقر کو بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ حکومت نے یہ آرڈیننس واپس لے لیا ہے، احقر نے حضرت کو مبارکباد کا عریضہ لکھا۔

اسی دور میں ملک میں انتخابات کا ہنگامہ بھی چل رہا تھا اور مجلس عمل کے نام سے مختلف جماعتوں کا ایک سیاسی اتحاد سرگرم عمل تھا، مجلس عمل میں بعض جماعتیں ایسی بھی تھیں جن کا منشور اسلامی نظام کے حق میں نہیں تھا، اس لیے احقر کو اس کی حمایت میں سخت تردد تھا۔ اپنے خیالات کا اظہار احقر نے حضرت شیخ سے کر کے ان کی رائے گرامی معلوم کرنا چاہی تو آپ نے درج ذیل مکتوب گرامی لکھوا کر احقر کو ارسال فرمایا۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بوجہ بیماری اور دیگر مصروفیات کے جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی، مدارس آرڈیننس سے غالباً رجسٹریشن آرڈیننس مراد ہے اور اس کو حکومت نے واپس نہیں لیا البتہ مذاکرات میں بار بار ناکامی کے بعد سکوت اختیار کیا ہے۔

متحدہ مجلس عمل کے بارہ میں آپ نے جس خیال کا اظہار کیا ہے احقر اس سے متفق ہے، باقی اگر اس مجلس کے ذریعہ سے ہم اپنے مقاصد میں کوئی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں

جن کی کوشش جاری ہے تو وہ کرلینی چاہئے۔نیز امت مسلمہ کا اتحاد بہرحال ضروری ہے۔
واعتصموا بحبل الله جميعاولاتفرقوا۔ولاتختلفوافتختلف قلوبكم۔والسلام

۱۴۲۴/۲/۲ھ

(۶) احقر نے کئی مرتبہ حضرت شیخ سے علماء دیوبند کی متفقہ مسلکی دستاویز ''المہند علی المفند'' کے بارہ میں عرض کیا کہ اسے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب میں شامل کیا جائے بلکہ اسے وفاق سے الحاق اور بقائے الحاق کے لیے شرط قرار دیا جائے۔حضرت شیخ نے وفاق کے رسالہ میں جب اس کا اعلان فرمایا تو جو فریق اس کے خلاف تھا وہ سرگرم عمل ہو گیا،انہوں نے المہند کو وفاق سے الحاق کی شرط کی سخت مخالفت کی اور اس سلسلہ میں حضرت شیخ کو بھی بار بار لکھا۔مختلف حضرات علماء کرام سے سفارش بھی کرائی،حضرت نے ان کی تحریر احقر کو ارسال فرمائی اور درج ذیل والا نامہ تحریر فرمایا۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترمی ومکرمی جناب مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسی طرح کا یہ تیسرا خط ہے جو ''المہند'' کے حوالہ سے لکھے گئے ہیں۔ایک خط میں تو مولانا حسن جان،مفتی غلام الرحمٰن،مولانا انوارالحق کی سفارش بھی لکھی ہوئی تھی،اب کیا کرنا ہے؟۔

سلیم اللہ خان

۱۴۲۵/۵/۱۴ھ ۲۰۰۴/۷/۳ء

(۷) احقر نے حضرت کا گرامی نامہ ملتے ہی فریق مخالف کے موقف اور دلائل کا مدلل مفصل جواب لکھ کر حضرت کی خدمت میں ارسال کر دیا،اس پر حضرت نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

باسمہ تعالیٰ

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی زیدت معالیکم

مضمون پہنچ گیا تھا ماشاء اللہ بہت عمدہ ہے اوراس لائق ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو۔ جناب مولانا قاری محمد حنیف جالندھری زیدمجدہم سے مشاورت کے بعد کوئی طریقہ تجویز کیا جائے گا اوراس میں جناب کی رائے بھی لی جائے گی ۔اللہ تعالیٰ آپ کے علوم وفیوض اور عمرودینی خدمات میں زیادہ سے زیادہ برکت فرمائے اوراپنی مخلوق کواستفادہ کی توفیق عطافرمائے، آمین ثم آمین

سلیم اللہ خان جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۴۲۵/۶/۴ھ ۲۰۰۴/۶/۲۲ء

(۸) حضرت شیخ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ میں احقر ناکارہ کی دعوت پر جب جامعہ حقانیہ تشریف لائے اور بعد عصر ''تزکیہ'' کے موضوع پر نہایت جامع اور نافع بیان فرمایا، اس کے آخر میں احقر کی خلافت کا اعلان بھی فرمادیا۔ احقر نے حضرت کے بیان کی افادیت اور نافعیت کے پیش نظر اسے ایک عزیز سے نقل کرایا اور ماہنامہ ''الفاروق'' میں اشاعت کے لیے حضرت شیخ کی خدمت میں ارسال کردیا لیکن ساتھ ہی درخواست بھی کی کہ اس بیان کا آخری پیرا حذف کردیا جائے، جس میں احقر کی خلافت کا ذکر ہے۔ اسی عریضہ کے ساتھ حضرت والد ماجد قدس سرہ کی بعض کتب بھی ارسال خدمت کیں۔

اس پر حضرت شیخ نے یہ والا نامہ تحریر فرمایا اور بعد میں ''کشف الباری'' وغیرہ ہدیہ عطافرمائیں۔

باسمہ تعالیٰ

مکرمی زیدت مکارمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ ملا اوراحکام القرآن ہردوجزمن الحزب الثانی سورہ مائدہ، معارف

مدنی، تذکرۃ الشیخ اور احکام السفر یہ جملہ کتب بھی موصول ہوئیں، جزاکم اللہ تعالیٰ۔

احقر دو تین دن میں سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ کر رہا ہے، عمرہ ادا کرتے ہوئے تبدیلی آب وہوا کی غرض سے جنوبی افریقہ کا ارادہ ہے اور ابتداء عشرہ اخیرہ شوال میں واپسی کا قصد ہے دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ مقاصد حسنہ کی تکمیل فرمائیں، آمین۔

واپس آکر ان شاء اللہ تعالیٰ ''نفحات'' اور ''کشف الباری'' وغیرہ ارسال کروں گا۔ مضمون جناب کی ہدایت کے مطابق ''الفاروق'' میں دے دیا ہے الخ۔ والسلام

سلیم اللہ خان

۱۴۲۵/۹/۱۶ھ ۲۰۰۴/۱۰/۳۱ء

(۹) محرم الحرام ۱۴۲۶ھ سے احقر نے جامعہ حقانیہ کی طرف سے ماہانہ رسالہ شائع کرنے کا پروگرام بنایا، سرپرستی اور دعا کے لیے کئی حضرات اور بزرگوں سے درخواست کی، حضرت شیخ کو بھی عریضہ لکھا آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

باسمہ تعالیٰ

مکرمی زید مجدہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاد آوری کا شکریہ قبول فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ کل خیر، آمین۔

''الحقانیہ'' کا اجراء مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو خیر کی اشاعت کا ذریعہ بنائیں، آمین۔

سلیم اللہ خان

۱۴۲۵/۱۲/۱۳ھ ۲۰۰۵/۱/۲۴ء

(۱۰) ماہنامہ الفاروق کراچی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کی ہمشیرہ مرحومہ انتقال فرماگئیں، احقر نے ان کی تعزیت اور بخاری شریف کی شرح کشف الباری پر اپنی خوشی کے اظہار کے لیے عریضہ ارسال خدمت کیا، حضرت شیخ نے جواب میں ارقام فرمایا۔

باسمہ تعالیٰ

مکرمی ومحترمی زید مجدہم وزیدت مکارمہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاد فرمایا کرم فرمایا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ کل خیر۔ ہمشیرہ مرحومہ کے لیے تعزیت پر مشکور ہوں۔ ''الفاروق'' میں ان کی وفات کے شائع ہونے کا مجھے علم نہیں، میرے مزاج کے یہ خلاف ہے۔ آپ درجات قرآن میں اگر چھٹی ہونے پر دعاء مغفرت کے لیے فرمادیں تو مہربانی ہوگی۔ آپ کا خط بھولے بسرے کبھی آجاتا ہے تو یہ بھی احقر کے لیے اعزاز ہے۔

''کشف الباری'' سادات وشیوخ کی برکات کا مظہر ورنہ جاہل پٹھان سے اس کی نسبت متعذر نہیں تو مستبعد ہونے میں تو شبہ نہیں۔ آپ سب کے لیے ہمیشہ دعا کرتا ہوں۔

سلیم اللہ خان

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ ۲۹ رمئی ۲۰۰۶ء

(۱۱) احقر کا حضرت شیخ سے جو تعلق رہا اس کا تقاضہ تھا کہ رابطہ میں سستی نہ ہوتی لیکن احقر کی طرف سے ہمیشہ اس میں کوتاہی ہوتی رہی، حضرت اگرچہ ہمیشہ درگزر فرماتے رہے لیکن بالآخر ایک مرتبہ اس پر تنبیہ کی اور احقر کی خوب اصلاح فرمائی۔ درج ذیل گرامی نامہ کا زیادہ تر مضمون یہی ہے۔ حضرت نے اسی والا نامہ کے ساتھ اپنی سوانح سے متعلق سوال نامہ بھی ارسال فرمایا اور اپنے مکتوبات کی فوٹو کاپی بھیجنے کا حکم بھی فرمایا، احقر نے تعمیل ارشاد میں سوال نامہ کا جواب بھی تحریر کیا اور مکتوبات بھی ارسال خدمت کئے، حضرت نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں۔ حضرت کے گرامی نامہ کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز گرامی قدر مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی حفظہ اللہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا، صورت حال سے آگاہی ہوئی۔ احقر یہ بات جانتا ہے کہ آپ

مختلف النوع دینی علمی تدریسی تربیتی امور میں مشغول رہتے ہیں اس لیے ربط ومکاتبت نہ ہونے سے کوئی گلہ نہیں ہے۔البتہ اصولی طور پر یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ سستی اور کسلمندی اختیاری فعل ہے۔یہ بات بہت غنیمت ہے کہ آپ کواس کا احساس ہے لیکن صرف احساس سے عمل کی نعمت میسر نہیں آسکتی اس کے لیے ارادے اور عزم کا توانا ہونا ضروری ہے اوراس پرعمل کے لیےفوراًاٹھ کھڑا ہونا ضروری ہے۔

احقر ضعف اور عوارض کثیرہ کے باوجود جہاں تک ممکن ہوسکتا ہے ہر باب میں حصہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔تدریس سے لے کر دور دراز اسفار تک سب اسی نیت کا تسلسل ہے اور یہ تمام اموراللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی ممکن ہو پاتے ہیں۔احقر آپ حضرات سے بھی توقع رکھتا ہے اور دست بدعا ہے کہ وقت آخر آنے سے پہلے جس قدر بھی مشقت ومجاہدہ ہوسکے دینی خدمت کے لیےاس کواختیار کر کےاللہ کوراضی کرنے کی کوشش کی جائے۔آپ کے سامنے آپ کے والدصاحب قدس سرہ کی مثال موجود ہے،انہوں نےصحت کی کمزوری اور ماحول کی نامساعدت کے باوجودوہ عظیم الشان خدمات انجام دیں کہ آدمی کی عقل حیران ہوتی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کافضل تھا جو ہمت اورحوصلے کا سبب بنا۔احقر کےخیال میں یہ نعمت بزرگوں کی دعاءاورتوجہ کےساتھ ان کے اکابر کاادب اوران پراعتماداورجذبہ اتباع کا نتیجہ ہے۔آج روزانہ مشاہدہ ہوتا ہے بزرگوں کالوگ نام توبہت لیتے ہیں لیکن عمل یانفسانی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے یافیشن (جدیدیت) پر،اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے،آمین۔

سرگذشت (سوانح) پرطویل انقطاع کے بعددوبارہ کام شروع ہوگیاہے۔احقر کےمتعلقین اوراحباب کے پاس بھیجنے کے لیےایک سوالنامہ بھی ترتیب دیاہے،اس خط کے ساتھ وہ سوالنامہ آپ کوبھی بھیجاجارہاہے،آپ بھی ان سوالات کا جواب لکھئے۔

ایک ضروری گزارش یہ ہے کہ ہمارے جتنے بھی خطوط آپ کے نام یا آپ کے

والد ماجد کے نام ہوں ان کی فوٹو کاپیاں ہمیں بھیج دیں، اسی طرح آپ کے یہاں ہماری تقریریں محفوظ ہوں تو وہ بھی بھیج دیں۔

احقر آپ کے لیے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مع جملہ متعلقین فلاح دارین سے نوازے اور آخری سانس تک جمہور علماء دیوبند کے اعتقاد و اعمال ہی نہیں بلکہ ذوق و مزاج کا وارث بنائے، آمین ثم آمین۔

باقی ہدایات واصلاح کے متعلق ضعف وعوارض کے باوجود بندہ حاضر ہے، جب چاہیں مشورہ کرلیا کریں۔

سلیم اللہ خان

خادم جامعہ فاروقیہ کراچی

۹ ؍ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ ۲۰ ؍جنوری ۲۰۱۶ء

(۱۲) شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ میں احقر کے رفیق قدیم برادر محترم جناب حضرت مولانا عبدالغفور سروہی زید مجدہم نے حضرت شیخ کو اپنے ادارہ جامع مسجد شیخہ سالم لاہور میں جلسہ پر دعوت دی از راہ عنایت احقر کو بھی مدعو کیا، حضرت شیخ جلسہ میں تشریف لائے بندہ بھی حاضر ہوا، حضرت لاہور کے اس سفر میں دار العلوم الاسلامیہ اور جامعہ اشرفیہ تشریف لے گئے احقر بھی ساتھ تھا، ظہر کے بعد جامع مسجد شیخہ سالم میں جلسہ تقسیم اسناد و دستار بندی ہوا آخر میں حضرت شیخ بھی اس میں تشریف لے آئے، آپ سے علماء کرام کے لیے اجازت حدیث کی درخواست کی گئی تو آپ نے صاف اور واشگاف الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ جو مماتی نہیں ہے اس کو اجازت ہے۔

دعا پر جلسہ ختم ہوا حضرت قیام گاہ پر تشریف لے آئے، برخوردار عبدالقدیر سلمہ اس سفر میں احقر کے ساتھ تھا اس نے کہا کہ مجھے بھی حضرت سے حدیث پاک کی اجازت لے دیں، احقر نے حضرت سے عرض کیا کہ اس سال اس نے دار العلوم کراچی میں موقوف علیہ کرلیا ہے ان شاء اللہ شوال میں دورہ حدیث شریف میں داخلہ لے گا، اس کا اصرار ہے کہ آپ اسے اجازت حدیث عنایت فرما دیں، حضرت نے فرمایا اجازت ہے لیکن اس بات

پر احقر کو تنبیہ فرمائی کہ تم نے اس کی تعلیم کے سلسلہ میں ہم سے اجازت کیوں نہیں لی، احقر نے معذرت کا عریضہ لکھا اور صحیح صورت حال اس میں عرض کی، اس پر آپ نے درج ذیل والا نامہ ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر جناب مولانا عبدالقدوس ترمذی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ملا، صورت حال سے آگہی ہوئی۔ جو کچھ آپ نے اپنے صاحبزادے کے تعلیمی پس منظر کے حوالے سے وضاحت فرمائی ہے، اس سے اشکال رفع ہوگیا اور پریشانی دور ہوگئی۔ میں نے یہ باتیں آپ سے تعلق اور بے تکلفی کے باعث تحریر کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور دنیا وآخرت میں کامیاب فرمائے، آمین والسلام

سلیم اللہ خان

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ ۲۶ جون ۲۰۱۶ء

(۱۳) احقر کبھی کبھی حضرت شیخ کی خدمت میں عریضہ لکھتا اور خیریت وحالات دریافت کرتا، حضرت از راہ شفقت وعنایت جواب اکثر اپنے دست مبارک سے خود تحریر فرماتے اور کبھی کمپوز کرا کر دستخط فرما دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی سوانح سے متعلق دریافت کیا تو اس پر آپ نے درج ذیل مکتوب گرامی ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی مولانا عبدالقدوس حفظہ اللہ

گرامی نامہ ملا، احوال سے واقفیت ہوئی۔

ہماری سرگزشت اور سوانح وغیرہ کے سلسلہ میں جو کام شروع ہوا تھا وہ چل رہا ہے اور تکمیل کی طرف رواں دواں ہے۔ اصل میں ان تمام کاموں کو..... ترتیب وترجیح کے

اعتبار سے چند مرحلوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔اس وقت جو کام اولین ترجیح کے طور پر جاری ہیں ان میں ہماری کتاب ''مسلک ومشرب'' شامل ہے۔اس کتاب کا متن احقر نے عزیزی ومحبی ظفر اقبال سلمہ کومختلف اوقات میں لکھوایا ہے اورانہوں نے ترتیب وتبویب سے لے کر اس پر بھرپور تعلیقات وحواشی لکھنے کا اہتمام کیا ہے۔تکمیل کے بعد امید ہے یہ رسالہ اہل سنت والجماعت کے مسلک ومشرب کا ان شاء اللہ مدلل اورذوقی ترجمان ثابت ہوگا، چونکہ اشاعت کے بعد ہمارے تمام ہی مسلکی مخالفین اسے خوردبین لگا کر دیکھیں گے اس لیے عزیزم ظفر اقبال کا اصرار ہے کہ اسے اشاعت سے قبل آپ کو بھیج کر اس کا ایک بھرپور تنقیدی جائزہ لے لیا جائے۔مسودہ کتابت کے مرحلے میں ہے تکمیل کے بعد ان شاء اللہ آپ کو بھیج دیا جائے گا، زیادہ سے زیادہ دس دن میں اسے پڑھ کر تحریری رائے کے ساتھ واپس بھیج دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ تمام منصوبے اخلاص کے ساتھ جلد از جلد منظر عام پر آجائیں، مسلمانوں کے لیے نافع اوراحقر کے لیے ذخیرہ آخرت بنیں، آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان

۳۰ر محرم الحرام ۱۴۳۸ھ ارنومبر ۲۰۱۶ء

حق تعالیٰ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی یہ دعاء جلد قبول فرمائیں اور جملہ کتب جلد از جلد منظر عام پر آجائیں، آمین یارب العالمین۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے حسب تجویز رسالہ ''میرا مسلک ومشرب'' کا مسودہ احقر ناکارہ کو بھجوایا، حسب الحکم اسے بغور پڑھا بحمد اللہ تعالیٰ اسے جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک ومشرب کے عین مطابق پایا، جہاں کہیں اپنی کم علمی کی وجہ سے عبارت میں کوئی ابہام یا اغلاق معلوم ہوا احقر نے الگ صفحات پر اسے بھی تحریر کر دیا اور پورا مسودہ پڑھنے کے بعد واپس بھجوا دیا۔

آخری عریضہ بخدمت حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۸ر صفر الخیر ۱۴۳۸ھ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بخدمت گرامی حضرت اقدس دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

گزارش آنکہ گرامی نامی صادر ہوکر کاشف مافیہا ہوا، حضرت والا نے بڑا کرم فرمایا کہ اتنی تفصیل سے والا نامہ تحریر فرمایا۔

سوانح سے متعلق ہونے والے کام کی جو تفصیلات ذکر فرمائی ہیں اسے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی، حق تعالیٰ آنجناب کی سرپرستی میں ان تمام منصوبوں کی بحسن وخوبی تکمیل اور اشاعت کرادیں، آمین۔

کتاب ''میرا مسلک ومشرب'' کی تکمیل کا پڑھ کر بہت مسرت ہوئی، احقر ہرگز ہرگز اس کا اہل نہیں کہ اسے تنقیدی نظر سے دیکھے البتہ تعمیل حکم میں استفادۃً دیکھنے کو سعادت سمجھتا ہوں۔ کتاب ملنے پر ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سعادت ضرور حاصل کروں گا۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ حال ہی میں ماہنامہ ''وفاق المدارس'' ملتان بابت ماہ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ موصول ہوا۔ ادارتی صفحات میں آنجناب کا بیان سامی جو جناب نے تعلیم القرآن پنڈی کی افتتاحی تقریب سے فرمایا وہ اور اس کا لاحقہ وسابقہ پڑھا، انتہائی خوشی ہوئی اور دل سے حضرت والا مدظلہم کے لیے بے ساختہ دعائیں نکلیں بلاشبہ یہ بیان سامی علماء دیوبند کے مسلک کا ترجمان اور احقاق حق کا نمونہ ہے، جزاکم اللہ تعالیٰ کما یلیق بشانہ۔ معلوم ہوا کہ ان حضرات نے اس بیان کی تردید بھی کی ہے اور انہیں یہ ہضم نہیں ہوا۔ کچھ عرصہ قبل بھی ان حضرات کی طرف سے یہ تحریک اٹھی تھی کہ ''المہند'' قرآن کریم اور حدیث پاک کے خلاف ہے، ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ اس وقت حضرت والا کے حکم سے احقر نے اس کے جواب میں ایک مضمون

لکھ کر اس خیال باطل کی تردید اور ''المہند'' کی تائید کی تھی، آنجناب نے بھی اس کی تحریری طور پر تصدیق فرمائی تھی، گویا یہ ان کا پرانا طریقہ اور اہل حق اکابر ومشائخ کی تردید اور گستاخی ان کا پرانا شیوہ ہے۔ ان کو اگر وفاق سے الگ کرنا ممکن نہیں ہے تو کم از کم ''المہند'' کو نصاب میں ضرور شامل کر دینا چاہئے، اس سے بھی کسی قدر مسلک کا تحفظ ہو جائے گا، لیکن یہ کام بھی حضرت والا مدظلہم کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا۔ امید ہے کہ اس کی طرف بھی توجہ فرمائیں گے۔ آخر میں دعا کی درخواست پر اجازت چاہتا ہوں۔ فقط والسلام مع الاکرام

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۱۹/نومبر ۲۰۱۶ء

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں احقر کا یہ آخری عریضہ ہے۔ اس کے تحریری جواب کی اگرچہ نوبت نہیں آئی لیکن زبانی طور پر حضرت نے احقر کی ''المہند'' کے متعلق تحریر کے بارہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ ''ہم یہ کریں گے''، لیکن افسوس کہ اس کا حضرت کو وقت نہیں ملا کہ وقت موعود آپہنچا اور اب یہ تجویز و کم حسرات فی بطون المقابر کے قبیل سے ہو گئی، الا ان یشاء اللہ وھو علی کل شئ قدیر۔

حق تعالیٰ نے حضرت سے دین کے مختلف شعبوں میں بڑا کام لیا جو آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہے، اسی طرح آپ کا عظیم ادارہ جامعہ فاروقیہ، آپ کے ہزاروں تلامذہ کرام اور اولاد صالحہ جناب حضرت مولانا عادل خان صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا عبیداللہ خالد دامت برکاتہم بہترین صدقہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی نصرت فرمائیں اور حضرت کے تمام امور کی تکمیل کی انہیں توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۱۰/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۸ھ

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

حوض کوثر، صراط اور میزان

حدیثوں میں آخرت کی جن چیزوں کا نام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے یہ تین چیزیں بھی ہیں، ایک حوض کوثر، دوسری صراط اور تیسری میزان۔

پھر کوثر کو بعض احادیث میں حوض کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے، اور بعض میں نہر کے لفظ سے، پھر بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوثر جنت کے اندر واقع ہے، اور اکثر احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا محل وقوع جنت سے باہر ہے اور اہل ایمان جنت میں جانے سے پہلے اسی حوض پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں باریاب ہو کر آپ کے دست کرم سے اس کا نہایت سفید وشفاف اور بے انتہا لذیذ وشیریں پانی نوش جان کریں گے، اور تحقیق یہ ہے کہ کوثر کا اصل مرکزی چشمہ جنت کے اندر ہے اور جنت کے طول وعرض میں اس کی شاخیں نہروں کی شکل میں ہر طرف جاری ہیں، اور جس کو حوض کوثر کہا جاتا ہے، وہ سیکڑوں میل کے طول وعرض میں ایک نہایت حسین وجمیل تالاب ہے، جو جنت سے باہر ہے لیکن اس کا تعلق اسی جنت کے اندر چشمہ سے ہے، گویا اس مین جو پانی ہوگا وہ جنت ہی کے اس چشمہ سے نہروں کے ذریعہ آئے گا۔ آج کل کے متمدن شہروں میں واٹر ورکس جو نظام ہے اس نے کوثر کی اس نوعیت کا سمجھنا الحمدللہ سب کے لیے آسان کر دیا ہے۔

یہاں ایک یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ حوض کے لفظ سے عموماً لوگوں کا ذہن اس قسم کے حوضوں کی طرف جاتا ہے جس قسم کے حوض انہوں نے عموماً دنیا میں دیکھے ہوتے ہیں لیکن حوض کوثر اپنی معنوی کیفیات اور اپنی خوش منظری میں تو دنیا کے حوضوں سے اتنا ممتاز

اور فائق ہوگا ہی جتنا کہ جنت کی کسی چیز کو دنیا کی چیزوں کے مقابلے میں ہونا چاہیئے، مگر اس کے علاوہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا رقبہ اور علاقہ بھی اتنا ہوگا کہ ایک راہرو اس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کی مسافت ایک مہینے میں طے کر سکے گا، اور ایک حدیث میں اس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کا فاصلہ عدن اور عمان کے فاصلے کے برابر بتلایا گیا ہے۔

بہرحال آخرت کی چیزوں کے متعلق احادیث میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے، اس کی روشنی میں بھی ان چیزوں کا صحیح تصور اس دنیا میں نہیں کیا جا سکتا، ان چیزوں کی جو واقعی نوعیت اور صورت ہے وہ صحیح طور پر تو سامنے آنے کے بعد ہی معلوم ہوگی۔

یہی بات صراط اور میزان وغیرہ کے بارے میں بھی ملحوظ رہنی چاہیئے۔

عن انس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : بينااناأسيرفى الجنةاذاانابنهر حافتاه قباب الدر المجوف قلت ماهٰذاياجبرئيل ؟قال هٰذاالكوثر الذى اعطاك ربك فاذاطينه مسك اذفر۔(رواه البخارى)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اثنا میں کہ میں جنت میں چلا جا رہا تھا، میرا گزر ایک (عجیب وغریب) نہر پر ہوا، اس کے دونوں جانب ''درمجوف'' سے (یعنی اندر سے خالی کئے ہوئے موتیوں سے) تیار کئے ہوئے قبے تھے، میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے بتلایا کہ یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا ہے، میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی (جو اس کی تہہ میں تھی) وہ نہایت مہکنے والے مشک کی طرح خوشبودار تھی۔ (بخاری)

تشریح

اس حدیث میں رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں سیر کرتے ہوئے نہر کوثر پر گزرنے کا جو واقعہ ذکر فرمایا ہے، غالباً یہ شب معراج کا ہے اور حضرت جبریل نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے جو یہ فرمایا کہ یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا کیا ہے تو یہ قرآن مجید کی آیت انا اعطینٰك الکوثر کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ کو کوثر دیا۔ کوثر کے اصل معنیٰ خیر کثیر کے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کے جو خزانے عطا فرمائے، مثلاً قرآن وشریعت ، اور اعلیٰ روحانی صفات، اور دنیا اور آخرت میں آپ کی رفعت شان وغیرہ، سو یہ سب بھی کوثر کے عموم میں اگرچہ داخل ہیں لیکن جنت کی یہ نہر اور اس سے متعلق وہ حوض جو میدان حشر میں ہوگا (جس سے اللہ کے بے شمار بندے سیراب ہوں گے) لفظ کوثر کا خاص مصداق ہیں۔

یا یوں سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین وایمان کے سلسلہ میں جو بیش بہا نعمتیں عطا فرمائی تھیں، جو آپ کے ذریعہ سے اللہ کے بے شمار بندوں تک پہنچیں، آخرت میں ان کا ظہور اس نہر کوثر اور حوض کوثر کی شکل میں ہوگا، جن سے اللہ کے بے شمار بندے فیض یاب اور سیراب ہوں گے۔

(معارف الحدیث)

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم: حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی قدس سرہ

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تصرف متعارف کہیں منقول نہیں اور ایک حدیث میں جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اب مجھ کو اپنے نفس سے بھی زیادہ آپ کے ساتھ محبت ہے تو اس سے تصرف پر استدلال نہیں ہوسکتا، جیسا بعض نے کہا ہے کہ اس سے پہلے تو انہوں نے بجز اپنے نفس کے اور سب چیزوں سے آپ کا زیادہ محبوب ہونا عرض کیا تھا، اتنی جلدی اتنا تغیر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف سے ہوا، سو یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں کہ حدیث میں دوسرا احتمال بھی ہے کہ پہلے صحیح تفسیر نہ سمجھے تھے پھر صحیح تفسیر سمجھ گئے۔

فرمایا لوگ میرے متعلق کہتے ہیں کہ جو احتساب تمہارے یہاں ہے وہ پہلے قریب کے بزرگوں میں نہ تھا، تو اِ میں اس کا قواعد سیہ جواب دیا کرتا تھا کہ اس زمانہ کے عوام ایسے ابتر نہ تھے جیسے اس وقت کے ہیں، لہذا ان بزرگوں کو ایسے احتساب کی ضرورت نہ تھی اور اب چونکہ عوام کی حالت میں تبدیلی ہوگئی لہٰذا ایسے قواعد وضوابط کے مقرر کرنے کی ضرورت پڑی، مگر بفضلہٖ تعالیٰ اب مجھ کو اس کی ایک جزئی نظیر بھی حدیث میں مل گئی وہ یہ کہ حدخمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں معین نہ تھی، نہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اور نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں۔ لیکن جب شراب نوشی کی کثرت ہوئی تو عمال نے گردونواح سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ یہاں کثرت سے لوگ شراب نوشی کرتے ہیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدخمر معین کرنا چاہا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشورہ کے لیے جمع کیا، مختلف حضرات کی مختلف رائیں

ہوئیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تقریر کی جس میں فرمایا کہ جب آدمی شراب پیتا ہے اکثر اس کے نشہ میں ہذیان بکنے لگتا ہے جس میں ممکن ہے کہ کوئی ایسی بات اس کی زبان سے نکل جاوے جس سے کسی پر تہمت لگ سکے اور تہمت کی حد اسی دُرے ہے، لہٰذا اسی درے معین ہونے چاہییں۔چنانچہ بالاتفاق اسی درے مقرر کیے گئے۔وہی اسے درے اب تک مقرر ہیں تو جو اعتراض لوگ مجھ پر کرتے ہیں کہ یہ احتساب جو تم نے قائم کرر کھا ہے وہ پہلے نہ تھا یہی اعتراض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی ہوتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب پر کوئی حد معین نہ تھی، نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں شراب پر کوئی احتساب کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نئی بات کیوں ایجاد کی اور کیوں اتنی سختی کی تو اس کا یہی جواب دیا جاوے گا کہ اس زمانہ میں لوگ اتنی شراب نوشی نہ کرتے تھے، لہٰذا اس کی ضرورت نہ تھی۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں عوام کی حالت میں فرق آ گیا اور لوگوں نے زیادہ شراب نوشی شروع کر دی تو پھر شراب پر احتساب کی بھی ضرورت ہوئی۔ایسے ہی میں کہتا ہوں کہ پہلے زمانہ کے عوام میں اور آج کل کے عوام میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے، پہلے بزرگوں کے زمانہ میں جو عوام الناس کی حالت تھی وہ حالت آج کل کے عوام الناس کی نہیں، مثلاً جو خلوص وسادگی پہلے تھی اب اس کا نام ونشان نہیں، اس لیے اب معالجہ کی صورت بھی بدل گئی۔اس تبدل حالت پر فرمایا کہ آج ایک حدیث نظر سے گزری، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آئندہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس زمانہ میں لوگ بھیڑیے ہو جائیں گے اور جو شخص اس زمانہ میں بھیڑیا نہ بنے گا تو اس شخص کو لوگ کھا جائیں گے۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

ہمارے دینی مدارس

دین کے قلعے اور علوم دین کے سرچشمے ہیں

اہمیت مدارس

یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان بنگلہ دیش اور بھارت کے طول وعرض میں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے دینی مکاتب ومدارس کا موجودہ نظام ہماری دینی وملی ضروریات کے لیے بہت ہی ضرورت اور اہمیت کا حامل ہے، اس نظام کے ذریعہ لاکھوں مسجدوں اور ہزاروں مدارس میں مسلمانوں کو عمومی اور خصوصی دینی فوائد حاصل ہورہے ہیں اور کئی ہزار ائمہ اور اساتذہ تبلیغی اور تدریسی خدمات انجام دینے میں مشغول ہیں ۔ یہ نہ تو سرکاری سرپرستی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں اور نہ ہی کسی امیر وکبیر شخصیت پر ان کا تکیہ ہوتا ہے بلکہ عام طور پر ان مدارس کا نظام عمومی چندوں اور مخیرّ حضرات کے تعاون سے چل رہا ہے اور اس کا اصل سرمایہ توکل علی اللہ ہے۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ طلباء کی اتنی بڑی تعداد میں زیادہ تر طلباء مدارس میں اقامت پذیر ہوتے ہیں اور ان کے طعام وقیام وغیرہ کی ضروریات کا مدرسہ کفیل ہوتا ہے مگر نہ طلباء سے کسی فیس کے لینے کا تصور ہوتا ہے اور نہ کھانے اور رہائشی بل وصول کرنے کا۔

مسلم قوم پر بزرگان دین کا احسان

قوم بحیثیت قوم مسلم ان علماء اور بزرگان دین کے زیر احسان ہے، جن اللہ کے نیک بندوں نے دینی خدمات کی خاطر اس نظام تعلیم کی بنیاد رکھی اور بسا اوقات خود بھوکوں رہ کر اور فاقہ کاٹ کر اسے پروان چڑھایا اور آج کل نامساعد ہی نہیں بلکہ مخالف حالات

میں بھی اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر اس نظام کو باقی رکھا۔اور آج بھی مسلمانوں کی دینی تعلیم وتربیت کی خاطر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر اس نظام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ الحمدللہ یہ مدارس دینی مقاصد کی تحصیل وتکمیل میں بلاخوف لومۃ لائم مشغول ہیں۔

دینی مدارس کے نصاب تعلیم کا مقصد

دینی مدارس کے اس نصاب تعلیم کا اصل مقصد علوم قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کا تحفظ اوران کی اشاعت ہے،ان مدارس میں طلباء کواس لیے پڑھایا جاتا ہے کہ یہ علوم اسلامی محفوظ رہیں اورقرآنی مکاتب آباد رہیں اور مسلمانوں کو نمازیں اورقرآن کریم پڑھانے والے ائمہ اوراساتذہ ملتے رہیں یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس میں انگریزی تعلیم کورواج نہیں دیا گیا،ورنہ انگریزی زبان دوسری زبانوں کی طرح ایک زبان ہے،اس کا سیکھنا سکھلانا فی نفسہ ممنوع نہیں ہے لیکن عام طور پر انگریزی تعلیم حاصل کر کے سرکاری ملازمت کوترجیح دیتے ہیں اوردینی مدارس سے فارغ ہوکر اسی طرف چلے جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس سے دینی مدارس کے قیام کا مقصد فوت ہوجاتا ہے کیونکہ دینی نصاب تعلیم کا اصل مقصد تو دینی تعلیم کے ذریعہ علوم دینیہ کا تحفظ اوران کی تبلیغ واشاعت ہے،بحمداللہ ان مدارس سے فارغ التحصیل حضرات برصغیر کے طول وعرض میں دینی مدارس ومکاتب کے قیام کے فرض کی انجام دہی میں ہمہ تن مشغول رہے اورسرکاری ملازمتوں اورآسانیوں کی زندگیوں پرفقر وفاقہ اورتنگی اورعسرت کی زندگیوں کوترجیح دی اور بقدرقوت لایموت مشاہرات پرقناعت کی اور معاشرہ میں قرآن وحدیث کی تعلیم اوراسلامی عقائد ومعاشرت کو برقراررکھا،ورنہ عالم اسلام ایک قصہ پارینہ بن چکا ہوتا،صدقہ وخیرات،گھر گھر سے مانگی ہوئی روٹیوں اورعام لوگوں کے چندوں کی بنیاد پرقائم ہونے والا دینی مدارس کا یہ نظام برطانوی استعمار کی نظریاتی ،فکری اور تہذیبی یلغاروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط حصار ثابت ہوا اوراس نظام نے نہ صرف برصغیر پاک وہندوبنگلہ دیش کے مسلمانوں کے عقائد وافکار معاشرت اوراسلامی

علوم وفنون کی حفاظت کی بلکہ تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کے لیے نظریاتی رہنماؤں اور کارکنوں کی جماعت بھی تیار کی جس میں حضرت مولانا محمود حسن، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا داؤد غزنوی وغیرہ اوران کے ہزاروں رفقاء کا ربطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے!

اگر یہ دینی مدارس اور مساجد کا نظام نہ ہوتا تو عالم اسباب میں اسپین کی طرح برصغیر پاک و ہند میں بھی نعوذ باللہ اسلام اور اسلامی اقدار ایک قصہ پارینہ بن چکا ہوتا اور جس طرح دوقومی نظریہ پر تحریک پاکستان چلی اور پروان چڑھی اس کا نام ونشان بھی نہ ملتا۔ خداداد سلطنت پاکستان کی بنیاد اسی دینی مدارس کے نظام تعلیم نے ہی مہیا کی ہے اور اب بھی اسی دوقومی نظریہ پر یہ دولت پاکستان قائم ہے، اس نظام کو بدلنا دوقومی نظریہ اور پاکستان کی بنیاد کے مٹانے کی کوشش کرنے کے مترادف ہے۔

مدارس کے بارہ میں علامہ اقبال مرحوم کی رائے

جن لوگوں کو انگریزوں کی تعلیم وتہذیب سے بطور وراثت کے حصہ ملا ہے اور انگریزوں کی تعلیم اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں وہ اس دینی نظام تعلیم اور دینی مدارس کی ضرورت وافادیت کو سمجھ نہیں سکے اگر وہ اپنے پیشوا اور مفکر پاکستان کے درج ذیل قول کو ہی غور وفکر سے ملاحظہ فرما لیتے تو ان مدارس کی ضرورت وافادیت ان کی سمجھ میں آ جاتی، علامہ اقبال لکھتے ہیں:

''ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء اور باب الاخوین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب

کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سوسالہ حکومت اوران کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا''(دارالعلوم دیوبند نمبر۹۴ء)

فضلاء مدارس دینیہ

ہمارے دینی نظام تعلیم نے نہ یہ کہ ایسے رجال کار پیدا کیے ہیں جو ملک بھر میں پھیلی ہوئی مساجداور مدارس کی ضروریات پوری کررہے ہیں (نوائے وقت ۹/مارچ ۱۹۹۵ء) بلکہ زبردست ماہر علوم اسلامی اورقرآن وحدیث اورفقہ اسلامی کے معیاری علماء فقہاء تیار کیے اورعلوم اسلام کے ایسے محقق تیار کیے ہیں جن کی کتابوں اورتحقیقات کودیکھ کرعلماء عرب ومصر حیرت زدہ اورششدررہ گئے ہیں مگر ہمارے بعض پروفیسر صاحبان اس کوان کی قدرافزائی اوراپنے ملک کی عزت افزائی سمجھنے کی بجائے اپنی ناواقفیت کی وجہ سے ان دینی مدارس کی خدمات کوصرف مساجد کی امامت اورمدارس کی تدریس کے محدود پیمانہ سے ہی ناپناچاہتے ہیں اوران کا مبلغ علم اسی طرز سے پرکھنا چاہتے ہیں، دینی مدارس کی خدمات سے اس درجہ ناواقفیت صاحبان علم کے لیے کچھ اچھا تاثر پیدا نہیں کرتی، اس سے بڑھ کر بڑی ہی حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ صاحبان ان مدارس کے فارغ التحصیل علماء پرعربی میں بولنے اورلکھنے پرقدرت نہ ہونے کا طعنہ دیتے نہیں تھکتے اس کے جواب میں اس کے سوا کیا عرض کیا جائے ؎

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمہ آفتاب راچہ گناہ

دینی مدارس کے ان حضرات علماء کی عربی تصانیف کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اس کے لیے مستقل مقالہ کی ضرورت ہے۔

مدارس دینیہ کا فیض

فرض کیجئے اگرمعاشرہ میں علماء کرام کی پزیرائی نہیں ہوئی اورعوام اپنی جہالت وناواقفیت یادوسرے اقتصادی اسباب کی بناپراعلیٰ علمی قابلیت رکھنے والے اہل علم کی بجائے برائے نام تعلیم یافتہ، یامتوسط تعلیم یافتہ حضرات سے کام چلارہے ہیں تویہ سوچنے کی

بات ہے کہ یہ صورت حال کسی کے لیے قابل ستائش نہیں۔(نوائے وقت)

یہ تو عوام کے اپنے انتخاب کی کوتاہی ہے،اس کا یہ مطلب سمجھ لینا کہ ملک میں صرف ۲۰ ؍فیصد ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں کسی بڑے ہی تعلیم یافتہ کے سمجھنے کی بات ہے،اگر لوگ اعلیٰ تعلیم یافتوں سے کام نہ لیں یا کام نہ کر سکیں تو اس کا یہ مطلب کیسے سمجھ لیا گیا کہ ملک میں اعلیٰ تعلیم یافتہ سبھی ۲۰ فیصد ہی ہیں۔

پھر یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ یہ اعلیٰ اور متوسط اور برائے نام تعلیم یافتہ جو بھی ہیں سب کے سب انہی دینی مدارس کا فیض ہے جن سے اس ناقص برائے نام سروے کے مطابق جو جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں ہوا80 ہزار مساجد و مدارس آباد ہیں، یہ کسی یونیورسٹی اور کالج کے فاضل نہیں جن پر قومی خزانہ سے اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں، پھر ان کے نتائج امتحان پر غور کرلیا جائے کہ کس قدر معیاری آتے ہیں وہ کس قدر قابل ستائش ہیں اور سرکاری ملازمین سفارش ورشوت سے اس معیاری قابلیت کے بھرتی ہوتے ہیں اور اعلیٰ قابلیت کے ریڑھی لگانے پر مجبور ہو رہے ہیں؟

پھر ہر شخص اپنے وسائل وذرائع کے مطابق سعی وکوشش کا مکلّف ہے،قرآن کریم میں ہے لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا ہر شخص کو اپنی وسعت کے موافق مکلّف کیا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ ساڑھے نو سو سال تعلیم وتبلیغ کے نتیجہ میں وما آمن معه الا قليل ان کے ساتھ صرف قلیل ہی ایمان لائے تھے۔

نصاب تعلیم پر بے جا اعتراض

دینی مدارس پر اعتراض ہے کہ قرآنی تعلیم کو اس کا اصل مقام نہیں دیا گیا معترض ماشاء اللہ خود تو ماہر علوم قرآنی ہیں مگر ان کی نظر اس پر نہیں گئی کہ نتیجہ اسباب پر موقوف نہیں ہے،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان عليك الا البلاغ آپ پر صرف ابلاغ ہے فرما کر تسلی دی گئی ہے۔بس ہر شخص اس کا مکلّف ہے کہ اپنی استطاعت کے موافق ابلاغ میں کوتاہی

نہ کرے نتیجہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، بندہ اس کا مکلّف نہیں ہے نہ جواب دہ ہے۔

یہ کتنی خلاف حقیقت بات لکھ دی کہ:

''اس دینی نصاب میں قرآن تعلیم کو اس کا اصل مقام نہیں دیا گیا'' (نوائے وقت)

اصل میں یہ غلط بات سنی سنائی معلومات پر لکھ دی گئی ورنہ قرآن کریم کے لفظی تعلیم و معنی ومطلب سمجھنے پر جتنی اہمیت اس نصاب میں دی گئی ہے اتنی کسی بھی دوسرے مضمون پر نہیں دی گئی اور بلاشبہ یہ مضمون اس قدر توجہ کا حق دار بھی ہے۔

دینی مدارس کا طریقہ تدریس اور ماہرین تعلیم کا تجربہ

پہلے قرآن کریم کے الفاظ کی تصحیح کرائی جاتی ہے اور تین چار سال میں اس کو حفظ کرایا جاتا ہے کیونکہ قرآن لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے اس وقت ہمہ تن اس کے حروف کے ادا کرنے اور محفوظ و یاد کرنے کی طرف توجہ ہوتی ہے اس کے ترجمہ کی طرف توجہ نہیں دی جاتی کہ ایک وقت میں ایسے دو کام جن میں پوری توجہ کی ضرورت ہے اعلیٰ طریقے سے انجام نہیں پاسکتے ،اور بچہ کے ذہن ودماغ پر لفظوں کے یاد کرنے اور معنی کے سمجھنے کا بیک وقت بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔

ماہرین تعلیم کے تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ پانچ چھ سال کے بچے کے دماغ میں ابھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ ترجمہ کو بھی صرف لفظوں کی طرح زبانی ہی یاد کرے گا اس لیے عقلی وطبعی ترتیب یہی ہے کہ پہلے بچے کو الفاظ یاد کرائے جائیں اس کے بعد ترجمہ پڑھایا جائے۔ چنانچہ ہمارے دینی مدارس کے نصاب میں قرآن کریم کو ناظرہ یا حفظ تعلیم کے بعد کچھ صرف ونحو اور قواعد عربیت پڑھا کر ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کیا جاتا ہے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ ''یعلمون'' کا ترجمہ وہ جانتے ہیں اور ''یعملون'' کا ترجمہ وہ عمل کرتے ہیں کیوں کیا گیا ہے؟

پھر یہ لفظی ترجمہ ہر سال دس دس پارے کر کے تین سال میں پڑھایا جاتا ہے

اور ہر سہ ماہی پر امتحان لیا جاتا ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی کی صورت میں تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی پڑھائی جاتی ہے جو کہ نصاب میں داخل ہیں۔اس اہتمام کے ساتھ ترجمہ وتفسیر پڑھانے کے انتظام کے باوجود اگر کوئی اس سے استفادہ نہ کرے تو اس میں علماء کی عدم توجہی کو مورد الزام قرار دینے کا کیا موقع ہے اور اس لکھنے کا کیا موقع ہے کہ:

''ہر مسجد میں ناظرہ قرآن حکیم پڑھانے کا انتظام ہے لیکن ناظرہ پڑھا کر طالب علم کو چھوڑ دیا جاتا ہے آخر ترجمہ کیوں نہیں شروع کر دیا جاتا اس میں کیا رکاوٹ ہے سوائے اس کے کہ اس طرف ہمارے علماء کی توجہ نہیں''(نوائے وقت ملی ایڈیشن ۹/مارچ ۱۹۹۵ء)

سرکاری اور دینی مدارس کے دینی نظام تعلیم کا موازنہ

ناظرین غور فرمائیں کہ اس میں علماء پر بے توجہی کا الزام کس قدر خلاف حقیقت ہے کیا ناظرہ پڑھا کر طالب علم کو جبراً چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کو ترجمہ پڑھانے سے انکار کر دیا جاتا ہے؟ آخر اس میں علماء کا کیا قصور ہے؟ بلکہ یہ آپ کے ہی نظام تعلیم کی برکت ہے کہ وہ طالب علم کو آگے ترجمہ وتفسیر کی طرف جانے نہیں دیتا،اور طلبہ کے سرپرست ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم پر ہی کفایت کر کے سرکاری مدارس میں بچوں کو داخل کرا دیتے ہیں حالانکہ اس دوران ان کو اتنی اردو لکھنے پڑھنے کی شناخت ہو جاتی ہے وہ تیسری بعض چوتھی جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی ائمہ مساجد کا ہی فیض ہے کہ ملازمتوں کے لالچ میں طلبہ کو قرآن کریم کی لفظی تعلیم اور اس کی برکت سے مستفید ہونے کا موقع دیدیا ہے اور ان کے ذریعہ رمضان المبارک اور غیر رمضان میں ہزاروں مساجد قرآن کریم کی آواز سے گونجتی ہیں ورنہ سرکاری مدارس میں مڈل تک جو قرآن کریم کی تعلیم کا حال ہے وہ پروفیسر حضرات کو خوب معلوم ہوگا کہ اکثر بے پڑھے ہی سارٹیفکیٹ جاری کر دیے جاتے ہیں اور بہت سے مدارس میں سرے سے اساتذہ کا ہی تقرر نہیں ہوتا یا اساتذہ ہوں گے مگر وہ خود ہی پڑھے ہوئے نہیں

ہوتے یا غلط پڑھے ہوئے ہوتے ہیں اگر کوئی صحیح پڑھانے والا بھی ہوا تو اس کے لیے وقت ہی کتنا دیا جاتا ہے اس سے ان حضرات کے دلوں میں قرآن کریم کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ جو دینی اور دنیوی دو متوازی نظامہائے تعلیم کو مٹا کر ایک کرنا چاہتے ہیں ان کا منشاء اس کے سوا کچھ نہیں کہ دینی تعلیم اور قرآن وسنت کی تفہیم کو ختم کر کے صرف ایک دنیوی نظام تعلیم باقی رہ جائے۔ کیا وہ قرآن کریم کا سارٹیفکیٹ قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھا کر دیتے ہیں اور ان کے ذریعہ مساجد اور دینی مدارس کی رونق میں اضافہ ہوا ہے؟۔

جاہلیت کا پرانا نظریہ

اب رہا یہ سوال کہ کیا دینی مدارس کا نظام اس قابل ہے کہ:''کوئی کھاتا پیتا پڑھا لکھا شریف آدمی اپنے بچے کو وہاں بھیجے؟''(نوائے وقت ۱۶/مارچ ۱۹۹۵ء)

یہی وہ پرانا جاہلیت اولیٰ کا نظریہ ہے جس کو قرآن کریم نے بیان فرما کر اس کی تردید کی ہے۔

قرآن کریم میں ہے:واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولاتعدعينٰك عنهم تريدزينةالحياةالدنيا(پ۱۵)

ترجمہ: اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہیں اس کے منہ کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی دنیا کی۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ف۶: یعنی اس کے دیدار اور خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں مثلاً ذکر کرتے ہیں قرآن پڑھتے ہیں، نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں حلال اور حرام میں تمیز کرتے ہیں، خالق ومخلوق دونوں کے حقوق کو پہچانتے ہیں گو دنیوی حیثیت سے معزز اور مالدار نہیں۔ جیسا صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس وقت

عمار،صہیب ، بلال ،ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے ایسے مؤمنین ومخلصین کو اپنی صحبت ومجالست سے مستفید کرتے رہیے اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔

ف ۷:غریب شکستہ حال مسلمین کو چھوڑ کر موٹے موٹے متکبر دنیاداروں کی طرف اس غرض سے نظر نہ اٹھایئے کہ ان کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بڑی رونق ہوگی، اسلام کی اصل عزت اور رونق مادی خوشحالی اور چاندی سونے کے سکوں میں نہیں ،مضبوط ایمان وتقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے،دنیا کی ٹیپ ٹاپ محض فانی اور سایہ کی طرح ڈھلنے والی ہے،حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی ہے جسے نہ شکست ہے نہ زوال ہے۔(تفسیر عثمانی ص۳۸۴)

کفار کا مطلب تھا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھنے والے اس قابل نہیں ہیں کہ کوئی شریف آدمی ان کے پاس بیٹھ کر تعلیم نبوی حاصل کرے اس لیے ہم شرفاء کے لیے تعلیم کے لیے علیحدہ مجلس کا انتظام ہونا چاہیے۔ جواب میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمادیا گیا کہ آپ انہی نیک لوگوں کے ساتھ مجلس رکھیں اور بزعم خود ان شرفاء کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے۔

دوسری آیت میں ہے:ولا تمدن عينيك الىٰ ما متعنا به ازوجا منهم زهرة الحياةالدنيا لنفتنهم فيه ورزق ربك خيروابقى (پ۱۶)

ترجمہ:اورمت پسارا اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی ان کے جانچنے کو اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی۔

تشریح:ف ۷ :یعنی دنیا میں قسم قسم کے کافروں مثلاً یہود ونصاریٰ،مشرکین ،مجوس وغیرہ کو ہم نے عیش وتنعم کے جو سامان دیے ہیں ان کی طرف آپ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے (جیسے اب تک نہیں دیکھا) یہ محض چندروزہ بہار ہے جس کے ذریعہ سے ہم ان

کا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے جو عظیم الشان دولت حق تعالیٰ نے (اے پیغمبر) آپ کے لیے مقدر کی ہے، مثلاً قرآن کریم، منصب رسالت، فتوحات عظیمہ، رفع ذکر اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب اس کے سامنے ان فانی اور حقیر سامانوں کی کیا حقیقت ہے آپ کے حصہ میں جو دولت آئی وہ ان کی دولتوں سے کہیں بہتر ہے، اور بذات خود یا اپنے اثر کے اعتبار سے ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، بہرحال آپ نہ ان کی تکذیب واعراض سے مضطرب ہوں نہ ان کے ساز وسامان اور مال ودولت کی طرف نظر التفات اٹھائیں (تفسیر عثمانی ص ۴۱۶)

کیونکہ ایسے لوگوں کا تو یہ دستور رہی ہے کہ ہمیشہ ایسے لوگوں نے ایسے ہی حیلے پہلے کیے۔ قوم نوح علیہ السلام نے کہا: قالوا انؤمن لك واتبعك الارذلون۔

اگر اب بھی یہ لوگ کہیں کہ دینی مدارس کا نظام اس قابل نہیں ہے کہ کوئی کھاتا پیتا پڑھا لکھا شریف آدمی اپنے بچے کو وہاں بھیجے تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔

شرفاء وامراء کا دینی نظام تعلیم سے منسلک ہونا

باقی رہا یہ سوال کہ:

''اس کام کے لیے جو مالی معاوضہ اور سہولتیں یہ نظام تعلیم دیتا ہے کیا وہ اس قابل ہے کہ لوگ اس کے لیے اپنی اولاد وقف کر دیں سوائے غریب اور مجبور لوگوں کے'' (نوائے وقت)

پروفیسر صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور یا اسی طرح کے دینی مدارس میں تشریف لا کر سروے فرمانے کی اگر تکلیف فرمائیں کہ ان مدارس میں کتنے اونچے گھرانوں کے شرفاء دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں تو امید ہے کہ وہ اس تحریر سے رجوع کر لیں گے اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ محض اللہ کے دین کے سیکھنے اور سکھلانے کا مقصد لے کر بہت سے کھاتے پیتے گھرانوں کے شریف بچے بھی ان دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور کوئی

مستقبل کا معاشی مسئلہ ان کے اس عزم کی پختگی اور پائے استقلال میں لغزش نہیں آنے دیتا، یہ مفروضہ خلاف واقعہ ہے اور کلیہ نہیں ہے گو ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ انتخاب میں غلطی کر جاتے ہیں مگر پروفیسر صاحب کے علی الرغم بہت بڑی تعداد امراء اور شرفاء کی اولاد کی بھی دینی تعلیم کے لیے وقف ہے۔

پھر اگر ان کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی تجویز زیرِ غور ہو تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں یہ ایک انتظامی معاملہ ہے خواہ مخواہ اس کو اچھال کر لوگوں کو بددل کرنے کا کیا مقصد ہے؟ آپ اپنے گریجویٹ اور فارغین کا فکر کریں وہ ملازمت کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے ہیں اور ریڑھی لگانے پر مجبور ہو رہے ہیں دینی مدارس کے طلباء کو اپنے حال پر رہنے دیں۔

اسی طرح نصاب کا معاملہ تجربہ کار اساتذہ کی کمیٹی کے سپرد ہے وہ اس پر غور کر کے تبدیلی کی سفارش کرتی رہتی ہے اور حسب ضرورت اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے مگر پروفیسر حضرات جمع خاطر رکھیں کہ اس معاملہ میں ان حضرات کی کسی رائے کی کوئی قدر و قیمت نہیں نہ ان کے دخل در معقولات اور واویلا کرنے سے کوئی فائدہ متصور ہے، ہر فن میں رائے اس فن کے جاننے والے کی معتبر ہوتی ہے علاج معالجہ کے بارہ میں کسی ماہر وکیل کی رائے یا لاء و قانون کے معاملہ میں کسی ڈاکٹر کی رائے کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اسی طرح دینی مدارس کے نصاب میں اس تعلیم کے ماہرین کی رائے کا اعتبار ہوگا اس لیے ہماری گزارش ہے: ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

ارباب اقتدار کا وطیرہ

قیام پاکستان سے آج تک جو طبقہ اقتدار پر قابض رہا جمہوریت کا دور ہو یا مارشل لاء کا، سکندر مرزا کا دور ہو یا ایوب خان کا، بھٹو کا دور ہو یا ضیاء الحق کا، ہمیشہ اس کی یہ کوشش رہی ہے کہ وطن عزیز کو دیندار طبقہ سے دور اور متنفر رکھا جائے، ملک وملت کا کوئی اہم مسئلہ ان کی

توجہ کا اتنا مرکز نہیں رہا جتنا علماء کرام اور دینی اداروں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا ان کا ہدف رہا ہے، مغربیت زدہ یہ طبقہ ہمیشہ کی طرح آج بھی علماء کرام کو بدنام کرنے کے لیے ہر طرح کے حربے استعمال کرر ہا ہے اور ان کی کردارکشی کے لیے گھٹیا سے گھٹیا طریقہ سے بھی اجتناب نہیں کیا جاتا۔

آج کل جو دینی مدارس کے خلاف مہم چلا رکھی ہے وہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے شاید یہ مہم جو طبقہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ اپنی پھونکوں سے ہدایت کی روشنی کی ان شمعوں کو گل کردیں گے ہدایت کے ان میناروں کے نور بجھا دیں گے اور وطن عزیز میں مکمل طور پر مغربیت کا سیاہ دور لانے میں کامیاب ہوجائیں گے، ایسے لوگوں کا یہ خیال خام ہے ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی یہ سعی اور سوچ لاحاصل ہے ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حفاظت دین کی ذمہ داری

ہمارے یہ دینی مدارس حق تعالیٰ کے کارخانہ حفظ دین کے شعبے ہیں دین کی حفاظت کا کارخانہ کسی مولوی ملا کے سپرد نہیں کہ اس کا مقابلہ کیا جاسکے، یا اس کو مٹایا جاسکے، اس کارخانہ کا نظام اس پاک ذات نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے جس نے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کا اعلان فرمایا ان کی حفاظت کا خود ذمہ اٹھایا ہوا ہے اور نہ صرف مدارس کی حفاظت کی ذمہ داری لی بلکہ ان کے محافظین علماء کرام اور طلباء عظام اور ان کے معاونین کی بھی ذمہ داری لے لی۔

یہ دینی مدارس حفاظت دین کے قلعے اور علوم دین کے سرچشمے ہیں، یہ خود اور ان کے معاونین علماء اور طلباء قیامت تک باقی رہیں گے ان کو کوئی طاقت نہیں مٹاسکتی ۔ واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثرالناس لایعلمون۔

۲۴ رشوال المکرّم ۱۴۱۵ھ

مرسلہ: مولانا سید زین العابدین زید مجدہ

حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان قدس سرہ کی چند اہم وصایا

شیخ المشائخ، استاذ الاساتذہ، رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ مگر آپ کا تابناک کردار تا اَبد زندہ رہے گا، اور آنے والی نسلوں کو رہنمائی دیتا رہے گا۔ آپ محض لفظوں کے نہیں بلکہ عمل کے آدمی تھے۔ پوری زندگی علم وعمل اور عزم وعزیمت کے ساتھ گذاری۔ دین پر تصلب، سنت پر مداومت، تمسک بالحدیث، اہل حق کی اتباع، اور اَکابر وقت کی صحبتوں نے آپ کو درمکنون بنا دیا تھا۔

دور حاضر کے اکثر بڑے علماء، شیوخ حدیث اور مشائخ وقت آپ کے براہ راست یا بالوسطہ شاگرد تھے۔ اللہ پاک نے آپ کی ذات کو مرجعیت کا مرکز بنا دیا تھا۔ آپ حق گو تھے اور بلاخوف لومۃ لائم کلمہء حق ادَا فرماتے۔ آپ کی حق گوئی محض اَغیار کے لیے نہ تھی بلکہ اگر اپنوں میں کوئی قابل اصلاح بات دیکھتے، کہیں کسی ہم مسلک فرد کو اکابر کی راہ سے برگشتہ پاتے تو نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے۔ اخیر عمر میں امت کے حوالے سے آپ کی فکرمندی بہت بڑھ گئی تھی۔ اَفراد واشخاص اور جماعتوں کو خطوط، زبانی پیغام یا فون کے ذریعے ضرور متوجہ فرماتے۔ آپ کی اہل حق کے مختلف طبقات پر گہری نگاہ تھی، ان میں در آنے والی کمزوریوں اور خامیوں کا بھی ادراک رکھتے تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ حضرات مشائخ کرام کے تتبع میں عمومی خطوط کے ذریعے ایک تسلسل کے ساتھ بعض اہم دینی امور کی طرف متوجہ کیا جائے۔ زیر نظر خط اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ آپ اس کے مندرجات کو ملاحظہ فرمائیے، اب یہ محض ایک دل دردمند کی آواز نہیں بلکہ اہل حق سے وابستہ ہر فرد کے لیے حضرت کی وصیت بھی ہے اور آئندہ کا لائحہ عمل بھی۔ قارئین کرام سے درخواست ہے اسے صرف حضرت والا کی ایک تحریر سمجھ کر نہ پڑھیں بلکہ توشہء خاص خیال فرمائیں، اور اس پیغام کی اصل روح کو اپنے رگ وپے میں جذب کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسوله الکریم، اعوذباللّٰه من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾.

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾.

گرامی قدر.............

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

ایک عرصے سے دل میں خیال پختہ ہو رہا تھا کہ آں جناب کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جائے، اس عریضے کے ذریعے آپ کی خدمت میں اپنے دلی جذبات کا اور عمومی طور پر ہمارے دینی احوال پر اپنی فکرمندی کا اظہار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم نبوت کا وارث و امین بنایا ہے اور منبر ومحراب کے ذریعے دین حق کے بیان اور تبلیغ واشاعت کے لیے منتخب فرمایا ہے، یہ ایک بہت بڑا اعزاز بھی ہے اور ذمے داری بھی، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس منبر ومحراب اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے طاقت ور ذریعہ ہے اور اس ذریعے سے امت مسلمہ کے لیے دینی خدمات کا فریضہ کافی حد تک انجام دیا جا رہا ہے......لیکن اگر معاشرے میں پھیلے فساد و بگاڑ کے ساتھ اپنی سعی وکاوش کا موازنہ کیا جائے تو غالباً ہمیں خود پر شرمندگی ہوگی۔

آج کے دور میں معاشرتی بگاڑ جس قدر بڑھ گیا ہے، اس کا احاطہ کرنا شاید ممکن نہ ہو، پہلے یہ بگاڑ اپنے اثرات کے اعتبار سے محدود ہوتا تھا، بعض مخصوص اَذہان وافراد یا

مخصوص طبقات ہی اس کا شکار ہوتے تھے، مگر اب ایسا نہیں ہے، اس بگاڑ نے ہمارے ان طبقوں کو، افراد و اشخاص کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے جو امت کے مقتدا اور پیش وَا ہیں۔ اخلاقیات کے باب میں وہ تمام برائیاں جن کا تصور کیا جا سکتا ہے ہمارے معاشرے میں پائی جا رہی ہیں۔ منکرات ومحرمات کا شیوع بڑھ گیا ہے۔ مسلمانوں کو بے دینی، اخلاقی بے راہ روی اور بدعقیدگی میں مبتلا کرنے کے لیے باطل ہر رنگ وروپ میں اپنی تمام سائنسی ایجادات اور آلات ووسائل کے ساتھ مصروف ہے۔ باطل کے پاس ٹیکنالوجی بھی ہے اور حکومت وقانون کی لاٹھی بھی۔ وہ اپنے نصاب تعلیم وتربیت اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے دماغوں کو بدل رہا ہے، اور ہمارے معاشرتی نظام میں پوری قوت کے ساتھ شگاف ڈال رہا ہے۔ اگر آپ اس سلسلے میں کچھ جاننا چاہیں تو تو صرف ایک دن کے اخبارات اٹھا کر دیکھ لیجیے، آپ کو اپنی قوم کے اخلاقی دیوالیہ پن اور باطل کی کام یاب محنتوں کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

ماہ نامہ ''وفاق المدارس'' ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کے شمارے میں ہم نے متحدہ امریکا کے کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کے تعاون سے شائع ہونے والی رپورٹ ''پاکستان میں عدم برداشت کی تدریس'' کا جائزہ پیش کیا تھا۔ یہ رپورٹ ہم سب کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ باطل نے نہایت مسرت کے ساتھ بتایا ہے کہ اس کا پیغام پورے اثرات کے ساتھ ہر ہر جگہ پہنچ رہا ہے۔ باطل اپنی محنت سے اس قدر پرامید ہے کہ اب وہ دِیدہ دلیری اور دَریدہ دہنی کے ساتھ ہمیں کہہ رہا ہے کہ خاکم بدہن، العیاذ باللہ ہم اسلام کو سچا دین سمجھنا چھوڑ دیں۔

اس کے بعد ذرا ہم اپنی ذمے داریوں اور اپنی مساعی کا جائزہ لیں تو معاف فرمایئے گا بہت حوصلہ شکن صورت حال سامنے آئے گی۔ مجھے کہنے دیجیے کہ ہم میں سے اکثریت، جس کا علوم نبوت پر دسترس کا دعویٰ ہے وہ محض جمعہ کے بے روح بیان پر قانع ہیں

یا پانچ وقت کی نماز پڑھا کر خود کو اپنے فرائض سے سبکدوش خیال فرماتے ہیں، حالانکہ وارث علم نبوت ہونے کے ناطے علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ امت میں خیر و بھلائی کا حکم کریں اور منکرات کی نکیر کریں۔ دیکھیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس جزم کے ساتھ اور کس وعید کے ساتھ خیر و بھلائی کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں:

والذی نفس محمدبیدہ لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر ولتأخذن علیٰ ید السفیه ولتاطرن علی الحق اطراً ، اولیضربن اللّٰہ قلوب بعضکم علیٰ بعض ،ثم یلعنکم کما لعنهم (رواہ ابوداود، کتاب الملاحم)

ایک دوسری حدیث شریف میں یوں ارشاد ہے:

عن انس رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لاتزال لاالٰه الااللّٰه تنفع من قالها وترد عنهم العذاب والنقمة مالم یستخفوا بحقها،قالوایارسول اللّٰہ !ومالاستخفاف بحقها؟قال :یظهرالعمل بمعاصی اللّٰہ ،فلا یُنکر ولا یغیر (الترغیب للمنذری)

موجودہ دور میں پھیلے بے پناہ شر و فساد اور بگاڑ کے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کے لیے کسی اور کو نہیں آپ علماء کو ہی آگے بڑھنا ہے، مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس کے لیے جس تڑپ، دل سوزی، لگن اور محنت کی ضرورت ہے، وہ مفقود ہے۔ آج کا ماحول ہر ہر عالم سے حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہم اللہ جیسے کردار کا تقاضا کرتا ہے۔

آپ ماشاء اللہ عالم دین ہیں، آٹھ دس سال لگا کر آپ نے جس مدرسہ یا

دارالعلوم میں دینی تعلیم کی تکمیل کی، اس کے بعد تو آپ پر خود بخود بلغوا عنی ولو آیة کے مصداق معاشرے کی صلاح واصلاح کی ذمے داری عائد ہو جاتی ہے۔ آپ پر لازم ہو جاتا ہے کہ جس دین کو آپ نے آٹھ دس سال لگا کر پڑھا اور سیکھا وہ نہ صرف آپ کے کردار وعمل اور افکار وخیالات سے جھلکے بلکہ اہلیت واستعداد کے مطابق اپنے گھر، محلے اور مسجد ومدرسہ کے ماحول میں اس کے بیان وتبیان کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت بڑا فضل فرمایا ہے۔ آپ مدرسہ کے مہتمم ہیں یا استاد! آپ کسی مسجد کے اِمام ہیں یا خطیب!...... آپ پر لازم ہے کہ تواصی بالحق کا فریضہ بہرصورت انجام دیتے رہیں، منبر ومحراب آپ کے پاس بہت طاقت ور ذریعہ ہے۔ الحمدللہ ہم دین کی تعلیم وتبلیغ اور نشر واشاعت کے لیے سائنسی آلات یا ٹیکنالوجی کے محتاج نہیں۔ دینی تعلیمات میں معمولی غور وفکر سے بھی یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح اسلام کا مقصد معلوم ومتعین ہے اسی طرح حصولِ مقصد کے لیے وسائل واسباب بھی معلوم ومتعین ہیں۔ اسلام ٹیکنالوجی کے سہاروں کی بجائے براہ راست مخاطب کی باطنی وقلبی اور اخلاقی وروحانی تبدیلیوں کا دَاعی ہے۔ یوں بھی بسا اوقات ٹیکنالوجی کے ذریعے دین کی تبلیغ واشاعت کے اثرات نہ صرف محدود ہوتے ہیں بلکہ منفی نتائج بھی دیتے ہیں۔

ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ حسنہ اور دعوت کے باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقے متوارث چلے آ رہے ہیں، یقین فرمایئے ان طریقوں کو ان کی روح کے مطابق عمل میں لایا جائے تو دیرپا اثرات کے حامل نظر آئیں گے...... اور وہ حسب ذیل ہیں:

☆......منبر ومحراب کے ذریعے خطبہ وخطابات۔

☆......انفرادی اور شخصی ملاقاتوں کے ذریعے دینی دعوت، دینی تعلیم اور تزکیہ نفس کی کوششیں۔

☆......مکاتیب (خطوط) کے ذریعے تبلیغ دین کا اہتمام۔
☆......صُفّہ (یعنی مدرسہ) کے ذریعے اجتماعی تعلیم دین۔

الحمدللہ یہ تمام مسنون طریقے ہماری دسترس میں ہیں، مگر فرق یہ پڑ گیا ہے کہ بوجوہ ہم ان طریقوں کو اپنانے سے گریزاں ہیں۔ ہاں! ان طریقوں کو اپنانے کے لیے ﴿لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فی الارض﴾ پر یقین واعتماد لازم ہے۔

ہماری آپ سے درخواست ہے کہ موجودہ معاشرتی بگاڑ کو ہلکا خیال نہ فرمائیں، چاروں جانب باطل نے اپنے فتنہ وفساد کی آگ دَہکا رکھی ہے۔ اس آگ کو فرو کرنے میں آپ سے جو بن پڑتا ہے کر گذریں، یہ موجودہ وآئندہ نسلوں پر آپ کا احسان ہوگا۔ آپ مسجد کے امام ہیں یا خطیب، تو خود کو صرف نماز پڑھانے اور جمعہ کا بیان کرنے تک محدود نہ رکھیں، ممکن ہو سکے تو مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کرنے کی سعی فرمائیں:

درس قرآن مجید:

☆...... روزانہ، ورنہ ہفتے میں ایک دن ضرور مقرر کر کے اہل محلّہ کے لیے عمومی درس قرآن مجید کا اہتمام فرمائیں، اس سلسلے میں خاص طور پر تیاری بھی کریں۔ کتب تفسیر وحدیث سے رجوع کریں۔ البتہ ایک بات کا خیال رکھیں کہ عمومی درس قرآن میں صرفی نحوی ترکیبوں اور خالص علمی اسلوب اختیار نہ کریں بلکہ علیٰ قدر عقولہم پیرایۂ گفتگو اختیار کریں۔ رات کے اخیر پہر رب کریم سے اپنی اور اہل محلّہ کی ہدایت کی مخلصانہ دُعائیں آپ کی محنت کو ثمر آور کر دیں گی۔

درس حدیث:

☆...... پانچ وقت نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے بعد کم از کم پانچ منٹ کا درس حدیث ضرور دیں۔ اس سلسلے میں کتاب الاخلاق، کتاب البر والصلہ ،

کتاب الرقاق، کتاب المعاشرۃ والمعاملات، کتاب اشراط الساعۃ کو خاص طور پر مدنظر رکھیں، حضرۃ مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''معارف الحدیث'' آپ کی بہترین رفیق ہوسکتی ہے۔

فقہی مسائل کا بیان:

☆...... کسی ایک نماز کے بعد دعا سے قبل نمازیوں کو روزانہ صرف ایک مسئلہ بتانے کا اہتمام فرمائیں، ایسے روزمرہ پیش آمدہ مسائل جن میں عوام مبتلا ہوتے ہیں مختصر اور عمومی انداز میں شرعی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیں، ''بشروا ولاتنفروا'' کی ہدایت کے ساتھ حکمت ودانائی کو پیش نظر رکھتے ہوئے الفاظ اور جملوں کے انتخاب میں احتیاط برتی جائے۔ فرقوں یا افراد کے ناموں کے ساتھ تنقید کی بجائے صحیح مسائل کو سامنے رکھا جائے۔

اس بات کا ضرور خیال رکھیے کہ آپ کی مسجد میں پہلے سے جو تعلیمی، تبلیغی اور خانقاہی سلسلے جاری ہیں وہ بالکل متاثر نہ ہوں، دیگر دینی کاموں میں رفیق وحلیف تو بنیں فریق ہرگز نہ بنیں۔ اگر کوئی شخص یا جماعت آپ کے کام میں مزاحم ہو تو دل گرفتہ نہ ہوں، محبت اور شفقت سے سمجھائیں۔ دعوت دین کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ آپ کے پیش نظر رہے گا؛ ہمدردی، دل سوزی، دینِ حق کے بیان کا جذبہ کارفرما رہے گا تو ان شاءاللہ کامیابی ملے گی۔

جمعہ کا بیان:

☆...... جمعہ کا بیان بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوں گے کہ جمعہ کے دن ہمارے ہاں لوگ عموماً بیان کے آخر میں مسجد پہنچتے ہیں؛ لیکن جہاں کہیں کوئی خطیب بھرپور تیاری کے ساتھ جمعہ کا بیان کرتا ہے وہاں لوگ ذوق وشوق کے ساتھ آغاز خطاب میں پہنچنا شروع

ہوجاتے ہیں۔ یہ رویہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ لوگ بھلائی کی بات سننا چاہتے ہیں ،فرق صرف انداز بیان کا ہے۔ جتنا جاندار اسلوبِ بیان ہوگا،از دل خیزد بر دل ریزد کی کیفیت ہوگی اسی قدر لوگوں کی حاضری زیادہ ہوگی۔ جمعہ کے دن لوگوں کی حاضری کو اللہ پاک کی عنایت سمجھیے ۔اس موقع کو سرسری بیان میں ضائع مت کیجیے۔ جمعہ کے بیان کے لیے کوئی موضوع سوچ کر ہفتہ بھر اس کے لیے محنت کیجیے۔محض فضائل کے بیان پر اکتفا نہ کیجیے بلکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حق ادا کیجیے۔اسلامی اعتقادات، اسوہ رسول، اسلامی اخلاق ومعاشرت،صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ،صحابہ کے طرز معاشرت کا بیان،عصر حاضر میں پھیلے گمراہ کن جدید فتنوں سے آگاہی،خصوصاً جدیدیت کے طوفان سے امت کو بچانے کی فکر کریں۔ بدعات ورسوم کی بیخ کنی کے لیے بھی لسانی جدجہد کریں۔افسوس کی بات ہے کہ آج کئی دیندار اور اکابر کے نام لیوا بھی بدعات کا ارتکاب کرتے نظر آتے ہیں۔اس سلسلے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروانہ کریں۔احقاق حق کا فریضہ ادا کرتے رہیں۔

ہماری یہ درخواست اپنے تمام محبین کے لیے ہے،اَلبتہ خصوصیت کے ساتھ ہمیں اپنے تلامذہ سے قوی امید ہے کہ وہ اپنے کہنہ سال اُستاذ کی عرض کی گئی باتوں کو ضرور قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

آخری بات یہ کہ آپ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے توفیق بھی چاہیں کہ وہ پروردگار آپ کو اس مبارک عمل کے لیے منتخب فرمالیں،تضرّع،زاری،تبتل اور دُعا اس راہ کا بہترین توشہ ہے......اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو اور اپنی رضا کے مطابق کام لے لیں۔

حضرت مولانا عبدالروف سکھروی دامت برکاتہم

شام کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کیجئے

ملک شام کے مسلمانوں پر جو قیامت گزری وہ ایک المناک اور دردناک داستان ہے جس کے نتیجہ میں بے شمار مسلمان شہید ہوگئے، ان کی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوگئے، اور کئی لوگ زخمی ہوگئے ہیں، ان کے گھر تباہ ہوگئے، اور ایک کروڑ سے زیادہ مسلمان بے گھر ہوگئے، کتنے لوگ ہیں جو کل تک مالدار تھے آج فقیر ہوگئے، اور ترکی وغیرہ میں خیموں اور کیمپوں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اس صورتحال میں ہر مسلمان کو ان کی تکلیف کا احساس ہونا چاہئے، اور عالم کے مسلمانوں کو حسب استطاعت ان کی مدد کرنی چاہئے، کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انماالمومنون اخوة (الحجرات:۱۰) مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اور حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن النعمان بن بشیرقال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مثل المؤمنین فی توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسداذااشتکیٰ منه عضو تداعیٰ له سائر الجسد بالسهر والحمی۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: باہمی محبت اور رحم وشفقت میں تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، جب انسان کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے جسم کے تمام اعضاء بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں اور ایک جسم کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ جسم کے ایک حصے میں اگر درد ہو تو سارا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے اور اس درد کو دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جو کچھ اختیار میں ہوتا ہے

وہ کرتا ہے، یہی حالت ہماری اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں ہونی چاہئے کیونکہ ساری دنیا کے مسلمان بھائی بھائی ہیں، دنیا کے کسی حصے میں، کسی کونے میں مسلمانوں پر کوئی تکلیف آئے تو یوں سمجھیں کہ گویا ہم پر تکلیف آ گئی ہے، ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں ان کی تکلیف کا احساس ہونا چاہئے، ایسے موقع پر مسلمانوں کی تکلیف کا احساس ہونا اوران کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنا یہ ہمارے ایمان کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔لہٰذا موجودہ وقت میں ملک شام کے مسلمان جس تکلیف اور مصیبت سے گزر رہے ہیں اس میں ہمیں دو کام خاص طور پر کرنے چاہئیں۔

پہلا کام: مظلوم مسلمانوں کے حق میں دعا

ہر مسلمان کو شامی مظلوم مسلمانوں کے لیے زیادہ سے زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے اور انہیں اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، جو کچھ ہو رہا ہے ان کی مرضی اور حکم سے ہو رہا ہے، وہ حالات بدلنے پر قادر ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، یہ عمل بہت ہی مفید ہے، کیونکہ دعا کسی بھی صورت میں ضائع نہیں ہوتی بشرطیکہ آداب اور شرائط کی رعایت کے ساتھ کی جائے، اور یہ عمل بہت آسان بھی ہے، ہر عام وخاص، امیر وغریب کر سکتا ہے، اور آسان ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی اونچا عمل ہے۔ اور حدیث شریف میں دعا کو مومن کا ہتھیار اور ہر مصیبت اور ہر مشکل سے نجات دینے والی عبادت فرمایا گیا ہے۔

دعا کی اہمیت کے بارے میں احادیث مبارکہ

حدیث نمبر(۱): الا ادلکم علی ماینجیکم من عدوکم ویدرلکم ارزاقکم؟تدعون اللہ فی لیلکم ونہارکم فان الدعاء سلاح المومن(مسندابی یعلیٰ: ۳/۳٤٦)

ترجمہ: سنو! کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ

کرے اور تمہیں بھر پور روزی دلائے، وہ عمل یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دن رات دعا کیا کرو، کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

حدیث نمبر(۲):وعن ابن عمر رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:ان الدعاء ینفع ممانزل وممالم ینزل فعلیکم عبادالله بالدعاء۔(مشکوٰۃالمصابیح ۲/۳)

ترجمہ: دعا ان حوادث ومصائب میں بھی کارآمد اور نفع مند ہوتی ہے جو نازل ہو چکے ہیں اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے، لہٰذا اے اللہ کے بندو! دعا کا اہتمام کیا کرو۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت مبارکہ ہے کہ وہ مسلمان کی دعا قبول کرتے ہیں چاہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو یا نہ ہو، اور حدیث شریف کی رو سے ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لیے غائبانہ دعا خاص طور پر جلدی قبول ہوتی ہے، اس لیے ہمیں اپنے مظلوم بھائیوں کے لیے خوب دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے شر سے اور ہر قسم کے فتنہ سے ان کی اور ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

دوسرا کام: اپنی مالی حیثیت کے مطابق مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا

دوسرا کام جو ہمیں کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال سے اپنے حیثیت کے مطابق ان متاثرین کی مدد کرنی چاہئے، اس وقت وہ بے چارے بے کسی کے عالم میں ہیں اور محتاج ہیں، انہیں مدد کی ضرورت ہے، اور کسی ضرورتمند مسلمان کی مدد کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے، اور اگر اس میں کوئی اجر وثواب نہ ہوتا تب بھی انسان اور مسلمان ہونے کے ناتے ان کا ہمارے اوپر حق ہے کہ ہم ان کی مدد کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی کریں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے اس حق کی ادائیگی میں بھی ہمارے لیے بے شمار انعامات رکھے ہیں، احادیث طیبہ میں مسلمانوں کی مدد

کرنے کے بڑے فضائل آئے ہیں اور بڑا اجروثواب بیان ہوا ہے، چند احادیث ملاحظہ ہوں:

مسلمان کی مدد کرنے کے فضائل سے متعلق احادیث طیبہ

حدیث نمبر(۱) المسلم اخوالمسلم لایظلمه ولایسلمه ومن كان فی حاجة اخیه كان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات یوم القیامةومن سترمسلماستره الله یوم القیامة۔ (صحیح البخاری ۲۸۶/۱)

ترجمہ:مسلمان مسلمان کا بھائی ہے،نہ اس پرزیادتی کرتا ہے نہ اس کو اوروں کے سپر کرتا ہے، جوشخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگتا ہے اللہ پاک اس کی ضرورتیں پوری فرماتے ہیں،اور جوکوئی کسی مسلمان کی مصیبت دور کرتا ہے اللہ پاک اس سے قیامت کے دن کی مصیبتیں دور فرمائیں گے،اور جوکسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ پاک قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

حدیث نمبر(۲) عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:من ادخل علی اهل بیت من المسلمین سرورالم یرض الله له ثواباًدون الجنة۔(المعجم الصغیر ۱۳۲/۲)

ترجمہ: جوشخص کسی مسلمان گھرانے کی مدد کرکے ان کے دکھ درداور تکلیف ومصیبت کودور کرکے انہیں خوش کردے تواللہ جل شانہ اس شخص کے لیے جنت سے کم ثواب پرراضی نہ ہوں گے۔

حدیث نمبر(۳) وعن انس قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قضی لاحد من امتی حاجة یریدان یسره بهافقدسرنی ومن سرنی فقدسرالله ومن سرالله ادخله الله الجنة۔(مشکوٰۃ المصابیح ۸۳/۳)

ترجمہ: جوشخص میرے کسی امتی کی کوئی حاجت اس ارادے سے پوری کرے کہ وہ امتی خوش ہوجائے، تواس آدمی نے مجھے خوش کردیا، اورجس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کوخوش کیا، اورجس نے اللہ جل شانہ کوخوش کیاتو اللہ پاک اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کی حاجت پوری کرکے اسے خوش کردینا اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اور پھراس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتیں دورفرما کراس آدمی کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

حدیث نمبر(۴) وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يصف اهل النار فيمربهم الرجل من اهل الجنة فيقول الرجل منهم: يافلان اماتعرفنى: انا الذى سقيتك شربة۔وقال بعضهم:انا الذى وهبت لك وضوءا فيشفع له فيدخله الجنة۔(مشكوة المصابيح ۲۱۸/۳)

ترجمہ: اہل جہنم صف بستہ کھڑے ہوں گے، ایک جنتی ان کے پاس سے گزرے گا، (اسے دیکھ کر) ایک جہنمی اس سے کہے گا: اے فلاں! کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ میں نے آپ کوایک گھونٹ پانی پلایا تھا۔ایک دوسرا جہنمی کہے گا: میں نے آپ کووضو کا پانی دیا تھا، چنانچہ یہ جنتی ان کی سفارش کرکے انہیں جنت میں لے جائے گا۔

فائدہ: دیکھئے! غورفرمایئے وضو کا پانی دینا اورایک گھونٹ پانی پلانا کیسا معمولی اورآسان عمل ہے، مگر چونکہ اس سے مسلمان کی حاجت پوری ہورہی ہے اس لیے نجات کا ذریعہ بن گیا، چنانچہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ بخشش فرمادیں گے اور جنت میں داخل فرمادیں گے۔

حدیث نمبر(۵) عن انس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من مشىٰ الى حاجة اخيه المسلم كتب الله بكل خطوة يخطوها

حسنة الٰی ان یرجع من حیث فارقه فان قضیت حاجته خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه وان هلك فیمابین ذٰلك دخل الجنة بغیر حساب۔(مسندابی یعلیٰ ۵/۱۷۵)

ترجمہ: جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت اور ضرورت سے جائے تو حق تعالیٰ ایسے شخص کو ہر قدم پر ستر نیکیاں عطا فرمائے گا یہاں تک کہ وہ اسی جگہ واپس لوٹ آئے جہاں سے وہ چلا تھا، پھر اگر اس مسلمان بھائی کی ضرورت اسی کے ذریعہ پوری ہوگئی تو وہ شخص اپنے گناہوں سے ایسا پاک صاف ہوجائے گا جیسا کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہو اور اگر اسی دوران اس کا انتقال ہوجائے تو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث نمبر(۶) وعن عبدالله بن عمروقال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:من اطعم اخاه حتیٰ یشبعه وسقاه من الماء حتیٰ یرویه باعده الله من النارسبع خنادق مابین کل خندقین خمسمائة عام۔(مجمع الزوائد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی بھوکے کو کھانا کھلائے، یہاں تک کہ وہ سیر ہوجائے، اس کا پیٹ بھر جائے، اور پیاسے کو پانی پلائے یہاں تک کہ وہ سیراب ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کھلانے پلانے والے کو دوزخ سے سات خندقوں کی مقدار دور فرمادیں گے، ہر دو خندقوں کے درمیانی مسافت پانچ سو سال کے برابر ہوگی۔(یعنی کل تین ہزار پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر جہنم سے دور فرمائیں گے)۔

حدیث نمبر(۷) عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم: قال من مشیٰ فی حاجة اخیه کان خیراًله من اعتکاف عشر سنین

ومن اعتكف يوماً ابتغاء وجه الله بينه وبين النار ثلاث خنادق كل خندق ابعدممابين الخافقين۔(المعجم الاوسط ۷/ ۲۲۰)

ترجمہ: جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں کوشش کرے تو یہ اس کے لیے دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے، اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دن کا اعتکاف کیا تو حق تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان خندقیں حائل کردیں گے، جن میں سے ہر خندق (کی وسعت) مشرق ومغرب کی درمیانی وسعت سے کہیں زیادہ ہے۔

حدیث نمبر(۸) من اغاث ملهوفا كتب الله له ثلاثاًوسبعين مغفرة واحدةفيها صلاح امره كله وثنتان وسبعون له درجات يوم القيامة۔(مشکوٰۃ المصابیح ۳/ ۸۳)

ترجمہ: جو شخص کسی مظلوم کی فریادرسی کرے (یعنی جو کچھ اس کے بس میں ہو وہ اس کے لیے کرے) تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے تہتر مغفرتیں (اس کے نامہ اعمال میں) لکھ دیتے ہیں، ان میں سے ایک مغفرت سے آدمی کے سارے کام بن جائیں گے، باقی بہتر مغفرتوں سے قیامت کے روز اس کے درجات میں اضافہ ہوگا۔

بہرحال! مذکورہ بالا تمام احادیث مبارکہ سے مسلمانوں کی مدد کرنے اور حاجت کے وقت ان کے کام آنے کا بڑا اجر وثواب معلوم ہوا، اور یہ وقت ہمارے مسلمانوں کے کام آنے کا ہے، اس لیے دعا بھی کریں اور اپنی استطاعت کے مطابق جتنا ہو سکے ان کے ساتھ مالی تعاون کریں، اور یاد رکھیں کہ مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنے میں جس طرح ان شاء اللہ مذکورہ فضائل حاصل ہوں گے اسی طرح صدقہ کا اجر بھی ملے گا، اور صدقہ کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ اس سے مال میں کمی ہرگز نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

مولانا بلال اشرف زید مجدہ

مرکز مجلس صیانۃ المسلمین میں حضرت شیخ کے چند ارشادات

گذشتہ ماہ پاکستان بلکہ عالم اسلام کو ایک عظیم سانحہ پیش آیا میری مراد شیخ الکل استاذ العلماء محدث العصر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ہے حضرت شیخ بلا شک ایک بہت بڑے محدث فقیہ مہتمم و منتظم بہت کچھ تھے حضرت کی خدمات کا ذکر اور احاطہ کرنا مجھ جیسے کے لیے ممکن نہیں ہے بلکہ حضرت الشیخ کی خدمات پر حضرات علماء کرام بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور تا حال یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ حضرت کا مجلس صیانۃ المسلمین کے ساتھ بھی ایک خصوصی تعلق اور لگاؤ تھا اس حوالہ سے چند یادداشتیں سپرد قلم کی جارہی ہیں۔

مجلس صیانۃ المسلمین کے روح رواح حضرت مولانا مفتی وکیل احمد صاحب شیروانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی حضرت کا خوب بے تکلفانہ تعلق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت لاہور جامعہ اشرفیہ بھی تشریف لاتے تھے تو اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد مجلس کے دفتر میں تشریف لاتے اور وہاں احباب کے ساتھ خوب مجلس رہتی تھی۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی تھے۔ اور جب تک مجلس صیانۃ المسلمین کا سالانہ اجتماع جامعہ اشرفیہ، لاہور میں منعقد ہوتا رہا حضرت برابر اس میں تشریف لاکر بیان فرماتے رہے۔

حضرت میں اللہ جل جلالہ نے جہاں بے انتہا خوبیاں رکھی تھیں وہاں حضرت کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ حضرت ایک بڑے ہنس مکھ انسان تھے ہمیشہ مسکراہٹ حضرت کے چہرہ پر نمایاں رہتی تھی۔ حضرت ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ، لاہور کسی اجلاس کی غرض سے تشریف لائے اجلاس سے فارغ ہو کر حضرت مجلس صیانۃ المسلمین کے دفتر میں تشریف لے آئے اور وہاں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اس موقع پر احقر کے والد ماجد مولانا عبدالدیان سلیمی رحمہ

اللہ تعالیٰ جن کی حضرت سے خاصی بے تکلفی تھی۔ انہوں نے حضرت سے کہا کہ حضرت آج آپ کے خلیفہ نظر نہیں آ رہے اور والد صاحب نے ان صاحب کا نام بھی لیا تو حضرت نے اس سوال پر مسکرا کر مولانا وکیل احمد شیروانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھو یہ مولوی عبدالدیان کیا کہہ رہے ہیں۔ اور پھر خود ہی فرمایا کہ آپ نے بہت اچھا سوال کر لیا لیکن ان سے اب وہ پہلے والی بات نہیں رہی۔ حضرت مولانا وکیل احمد صاحب شیروانی رحمہ اللہ تعالیٰ کئی مرتبہ حضرت کو لے کر مجلس صیانۃ المسلمین کے مرکز سندر میں آئے۔

عورتوں کے مسجد آنے کا مسئلہ

ایک مرتبہ جب حضرت سندر مجلس کے مرکز میں تشریف لائے تو مولانا وکیل احمد صاحب نے حضرت کو مرکز کی عمارات اور مسجد کا معائنہ کروایا اور مسجد یں ایک کمرہ میں لا کر مولانا وکیل احمد صاحب مرحوم نے حضرت سے فرمایا کہ حضرت مسجد کا یہ کمرہ عورتوں کی نماز کے لیے مخصوص ہے تو اس وقت حضرت اچانک کھڑے ہو گئے اور رک کر فرمایا کہ کیا عورتوں کا مسجد میں آنا جائز ہے؟ اور اس موضوع پر خاصی دیر وہیں کھڑے کھڑے گفتگو فرمائی۔

تعلیمی معیار کے بارے میں ارشاد

مجلس کے مرکز کے بارے میں حضرت نے پوچھا کہ مرکز کی جگہ کتنی ہے تو حضرت مولانا وکیل احمد صاحب شیروانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ۱۶ کنال ہے فرمایا کہ ہماری جامعہ فاروقیہ والی جگہ صرف ایک ایکڑ یعنی ۸ کنال ہے اور ہمارے پاس ہزاروں کی تعداد میں طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور پھر مزید فرمایا کہ دورہ حدیث میں ہمارے پاس چار پانچ صد کے لگ بھگ طلبہ ہوتے ہیں جبکہ کراچی میں بڑے بڑے مدارس بڑی سہولتوں والے موجود ہیں اور ہمارے پاس تو کوئی سہولت بھی نہیں کبھی کبھی کوئی بکرا اگر آ جائے تو شاید اتنے بڑے مجمع کے لیے کسی کو بوٹی ملنا تو در کنار شوربہ ہی حصہ میں آتا ہے لیکن تعلیمی معیار ہمارا اتنا بلند ہے کہ طلبہ اس وقت سب سے زیادہ کراچی کے اعتبار سے جامعہ فاروقیہ میں ہیں۔

عقائد پر محنت کی ضرورت

پھر فرمانے لگے کہ تعلیم الاسلام تو بہت بڑی کتاب ہے اب تو بازار میں ایسی چھوٹی چھوٹی بہت عمدہ کتابیں آ گئی ہیں جن کو پڑھا کر آپ اپنے مدرسہ کے چھوٹے بچوں کا عقیدہ بنا سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر ایک بچہ آپ کے پاس پڑھنے کے لیے مدرسہ میں آیا اور آپ کے پاس پڑھ کر اگر اس کا عقیدہ وہ پہلے والا ہی رہا۔ اس کا عقیدہ درست نہ ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کا نظم تعلیم درست نہیں ہے بلکہ ناقص ہے۔

ایک طالب علم کے ساتھ حسن سلوک

مجلس صیانۃ المسلمین کے مرکز سندر میں ایک موقع پر حضرت تشریف لائے تو بہت سے لوگ حضرت مولانا وکیل احمد صاحب شیروانی، حضرت مولانا عبدالدیان سلیمی کے دیگر اساتذہ وغیرہ باہر گراؤنڈ میں چارپائیوں اور کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خدمت پر معمور طالب علم نیچے گھاس پر بیٹھ گیا تو حضرت مولانا نے فوراً اس سے کہا کہ آپ نیچے کیوں بیٹھ گئے جبکہ اوپر کرسیوں پر جگہ بھی موجود ہے۔ وہ طالب علم کچھ ہچکچانے لگا لیکن حضرت الشیخ نے اسے اوپر برابر ساتھ بٹھالیا۔

مولانا مسیح اللہ خان کا ذکر بسلسلہ کشف الباری

اسی موقع پر احقر نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت آپ کی ''کشف الباری'' سے ہم نے بہت استفادہ کیا تو فرمانے لگے کہ کیا آپ بخاری پڑھاتے ہیں میں نے کہا نہیں لیکن دورہ حدیث شریف والے سال میں اس سے بہت استفادہ کا موقع ملا۔ پوچھا کہ آپ نے دورہ حدیث شریف کہاں سے کیا تو احقر نے عرض کیا فیصل آباد جامعہ امدادیہ سے۔ تو بہت خوش ہوئے۔ پھر حضرت مولانا وکیل احمد صاحب شیروانی سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ یہ بخاری کی شرح حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی کے سامنے رکھی تو حضرت اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ پھر حضرت شیخ کافی دیر تک حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کا تذکرہ فرماتے رہے۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی حضرت مدنی سے عقیدت کا ایک عمل

حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان صاحب کو اپنے استاذ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے بہت زیادہ عقیدت تھی اس عقیدت کی ایک مثال ہمارے سامنے بھی پیش آئی۔ احقر کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالدیان سلیمی نے حضرت مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی کی لکھی ہوئی کتاب ''معارف مدنی'' از افادات مولانا حسین احمد مدنی شائع کی۔ جب حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کو پتہ چلا کہ ان کے استاذ مولانا مدنی کی کتاب ''معارف مدنی'' شائع ہوئی ہے تو حضرت نے والد صاحب کو فرمایا کہ اس کتاب کے پانچ صد نسخہ آپ ہمیں بھیج دیں ہم جامعہ فاروقیہ کے دورہ حدیث کے طلبہ میں تقسیم کریں گے۔ یوں حضرت نے معارف مدنی کے ۵۰۰ نسخہ جات خرید کر طلبہ میں تقسیم کر دیے اس سے حضرت کی اپنے استاذ مولانا مدنی سے محبت اور عقیدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مرکز مجلس میں علماء کو دو نصیحتیں

مجلس صیانۃ المسلمین کے مرکز سندر ہی میں ایک موقع پر حضرت مولانا وکیل احمد صاحب شیروانی نے حضرت کو مدرسہ کے معمولات کے بارے میں بتلایا کہ ہم نے طلبہ کو تعلیم کے علاوہ ان معمولات کی طرف بھی لگا رکھا ہے تو حضرت نے سن کر نہایت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت الشیخ کی آمد کی خبر سن کر قرب وجوار کے کچھ علماء بھی مرکز مجلس میں جمع ہو گئے تھے تو حضرت نے جہاں ان کو کچھ اور نصیحتیں فرمائیں ایک نصیحت درس قرآن کے حوالہ سے کی کہ آپ لوگ اپنی اپنی مساجد میں درس قرآن کا ضرور اہتمام فرمائیں اور دوسری نصیحت پگڑی کے سلسلہ میں فرمائی کہ پگڑی باندھنے کا بھی آپ حضرات خوب اہتمام فرمایا کریں۔

جب تک حضرت الشیخ کی صحت اجازت دیتی رہی حضرت مجلس صیانۃ المسلمین کے سالانہ اجتماعات لاہور اور کراچی میں خصوصی شرکت فرماتے رہے اور احباب کو اپنے وعظ سے مستفید فرماتے رہے۔

مولانا سید عبدالقدیر ترمذی حفظہ اللہ تعالیٰ

آہ! شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان قدس سرہ

ع برق غم سے مضطرب احساس کا خرمن ہے آج

یوں تو سب کو ہی جانا ہے لیکن چند شخصیات کی جدائی سے ایسا شگاف پڑتا ہے کہ مدتوں تدارک نہیں ہو پاتا بڑوں کا سایہ اٹھ جائے تو مدتوں قدم ڈگمگاتے رہتے ہیں آفتاب اگر غروب ہو جائے تو بے سمت تاریکی پھیل جاتی ہے۔ لہراتا ہوا تروتازہ پھول اگر توڑ لیا جائے تو چمن اُجڑ جاتا ہے اور اسکی رونق غارت ہو جاتی ہے۔

استاذ المحد ثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب قدس سرہ یقیناً انہی شخصیات میں سے تھے جن کا سانحہ ارتحال موت العالِم موت العالَم کا مصداق ہے ۔

وماكان قيس هلكه هلك واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

ہمارے استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم ہمیں مسلم شریف کا درس دے رہے تھے کہ بازو میں بیٹھے ایک ساتھی نے حضرت شیخ کے وصال کی الم ناک خبر سنائی، جو برق بن کر گری۔

حضرت شیخ قدس سرہ ایسی نابغہ روزگار شخصیات میں سے تھے جو مدتوں میں پیدا ہوتے ہیں اس کی تائید علامہ اقبال کے اس شعر سے بھی ہو رہی ہے جو انہوں نے امام المحد ثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے موقع پر کہا تھا ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ اقبال بتانا چاہتے ہیں کہ علماء کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ تمام شب شمع پگھلتی ہے، کتنے پروانوں کا خون ہوتا ہے تب کہیں جا کر سحر پھوٹتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی رحلت اور

جدائی زیست میں ہلچل مچا دیتی ہے اور ان کا صدمہ مدتوں تازہ رہتا ہے گزرتے ایام، حوادثات زمانہ خواہ کتنے ہی موثر پیدا کردے اور زندگی بھلا کتنی ہی مصروف ہو جائے لیکن ان کی یاد کی کسک ہمیشہ تازہ رہتی ہے بقول جگر۔

جان کر منجملہ خاصان مے خانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

حضرت شیخ مولانا سلیم اللہ خان صاحب 25 دسمبر 1926 میں ضلع مظفر نگر قصبہ حسن پور لوہاری کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے، آفریدی پٹھانوں کے ایک خاندان ملک دین سے نسبی اور آبائی تعلق آزاد قبائل خیبر اجنسی سے تھا آپ کا آبائی گاؤں حسن پور لوہاری ہمیشہ سے ایک مذہبی گاؤں سمجھا جاتا تھا حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کے شیخ میاں جی نور محمد صاحب اسی گاؤں میں سکونت پزیر تھے جس کی بدولت یہ گاؤں علم وعرفان کے پیاسوں کے لیے چشمہ صافی سے کسی صورت بھی کم نہ تھا۔

ابتدائی تعلیم حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب کے معتمد و خاص خلیفہ حضرت مولانا شیخ مسیح اللہ خان صاحب سے مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ہندوستان میں حاصل کی۔ 1942 میں اعلیٰ تعلیم کی خاطر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور مختلف علم و عمل کے سرچشمہ وفقید المثل عظیم شخصیات سے اکتساب فیض کیا اور علوم کے بہتے چشموں سے براہ راست پانی پیا 1947 میں امتیازی درجات کے ساتھ سند حدیث حاصل کی فراغت کے بعد مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی نگرانی میں ہی مفتاح العلوم جلال آباد مدرس ہوئے اور بقاعدہ تدریس کا آغاز فرمایا جو تقریباً 69 برس کے طویل عرصہ تک جاری رہا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی قائم کردہ عظیم درس گاہ دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سندھ میں تدریس کے لیے پاکستان تشریف لائے۔ 12 سال عظیم دینی درس گاہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں بھی مسلسل تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ 1967 میں جامعہ فاروقیہ کی بنیاد رکھی جسکی تادم آخر سرپرستی فرماتے رہے۔

1980 میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم بنے اور 1989 میں آپ کو باقاعدہ وفاق کا صدر بنا دیا گیا اور آخر تک آپ اسی منصب پر فائض رہے اور وفاق کی ترقی کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اسکی اسناد کو بالترتیب ایم اے بی اے ایف اے میٹرک مڈل کے مساوی کروانے کے ساتھ ساتھ مختلف درجات کا امتحان لازمی کرنا بھی آپ ہی کی کاوش تھی اللہ تعالی آپ کی خدمات عظیمہ ومساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے اور آپ کی کامل مغفرت فرمائے، آمین۔

ہمارے خاندان سے حضرت کا پرانا تعلق تھا زمانہ طالب علمی میں ہمارے جدامجد فقیہ العصر مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان قدس سرہ ایک کمرہ کے ساتھی تھے تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں بھی مختلف مواقع پر دینی امور کے سلسلہ میں ایک ساتھ کوشاں رہے جب کبھی ان کا اجتماع ہوتا تو دیکھنے والے رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ہمارے تایاجان مرحوم نے ایک بار مجھے اپنا ایک مضمون پڑھایا تھا جس میں جہاں اور قابل ذکر باتیں تھیں وہیں مودت ومحبت کی خوب صورت عکاسی کرتا ایک واقعہ یہ بھی تھا کہ:

جب میں مع والد صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک گیا تو وہاں مولانا سلیم اللہ خان صاحب سے بھی ملنا ہوا والد صاحب کو دیکھ کر مولانا مسکراتے ہوے کہنے لگے بھائی تم یہاں تو آگئے لیکن کراچی نہیں آتے؟ اس پر والد صاحب نے فی البدیہہ جواب دیا کہ آپ یوں کیوں نہیں کہتے کہ ہم آپ کو یہاں بھی بلا سکتے ہیں جس سے اس ملاقات کا مزہ دو آتشہ نہیں بلکہ سہ آتشہ ہو گیا۔

میری حضرت سے شناسائی زمانہ طفولیت سے ہے، ٹھیک سے بات بھی کر پاتا تھا یا نہیں تب سے حضرت کا نام سنا ہے خوب یاد ہے پہلی دفعہ زیارت کا موقع اس وقت ملا تھا جب حضرت جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودہا میں سالانہ جلسہ کے لیے تشریف لائے تھے غالبا

نیم شب میں آپ کا بیان ہوا تھا جو سامنے کی چھت سے ہم بچوں نے سنا تھا بیان تو اب کہاں یاد ہوگا لیکن حضرت کی ہیئت اور انداز گفتگو کبھی نہیں بھول سکتا اب بھی وہ منظر آنکھوں کے سامنے ہے جب سامنے کرسی پر جلوہ افروز نہایت سادہ اور پرکشش شخصیت ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیان فرما رہی تھی۔

دیکھا ہے ایک شخص کو بس ایک ہی نظر لگنے لگی ہے سمٹی ہوئی کائنات کیوں

بعد میں بھی حضرت کی عنایات مسلسل جاری رہیں اور آپ ہمارے ہاں تشریف لاتے رہے۔ دارالعلوم کبیر والا میں ختم بخاری کے موقع پر حضرت ہر سال تشریف لاتے تھے میں بھی وہیں پڑھتا تھا اس طرح ہر سال ہی حضرت سے استفادہ کا موقع مل جاتا مہمان خانہ میں بھی علمی مجالس ہوتی تھیں جس میں والد صاحب کے ساتھ احقر بھی شریک ہو جاتا اور یوں بزرگوں کے سایہ میں بیٹھنے کا موقع میسر ہو جاتا۔

خوب یاد ہے ایک بار مولانا علامہ محمد عبدالستار تونسوی صاحب جو آپ کے ہم درس بھی ہیں کی دارالعلوم کے مہمان خانہ میں ملاقات کروائی گئی جبکہ دونوں حضرات ضعف کے باعث وہیل چیئر پر رونق افروز تھے، بہت دلفریب منظر تھا جو زندگی بھر دل پر نقش رہے گا۔

مسلک اہل سنت کے تحفظ اور اکابر علماء دیوبند کی فکر کی ترویج آپ کی نمایاں خصوصیت تھی آپ ٹھیٹھ اور پکے دیوبندی تھے اور اکابر کے طرز اور ان کے مقرر کردہ اصولوں پر زندگی بھر ڈٹے رہے۔

جب بھی دارالعلوم میں آکر حضرت اجازت حدیث عطا کرتے تو اس بات پر ضرور اصرار کرتے کہ علماء دیوبند کے طریقہ پر زندگی گزار کر اپنی آخرت سنوارو۔ اس کی بھی وضاحت فرماتے کہ:

''حدیث کی اجازت کسی مماتی کو نہیں ہے وہ یہاں سے اٹھ جائے''۔

حضرت والد صاحب مدظلہم پر ہمیشہ شفقت فرماتے ،حضرت جد امجد کے وصال

سے لے کر اب تک حضرت مکمل سرپرستی فرماتے رہے اور چاروں سلسلوں میں اجازت بیعت عطا فرما کر خلافت سے نوازا۔ والد صاحب سے جب بھی ملتے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی تھی اور ضرور کچھ نہ کچھ ارشاد فرماتے تھے ایک بار فرمایا: ''بھئی مولوی عبدالقدوس ہم خلافت کسی کو نہیں دیتے صرف تمہیں یہ خلافت دی ہے''۔

ایک دفعہ دارالعلوم کبیر والا کے مہمان خانہ میں والد صاحب نے مولانا فہیم ترمذی کی ایک نعت سنانے کی اجازت طلب کی جو انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں خاکوں کی خاک کے عنوان سے لکھی ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

چمگادڑوں کی ٹوک سے سورج کو کیا ضرر
کتوں کے بھونکنے سے بجھا ہے کبھی قمر
تنقید بادشاہ پہ بھنگی کرے تو کیا
خود اپنے منہ پہ آتا ہے تھوکے جو چاند پر
خوشبوئے مشک خود ہے سند اپنے مشک کی
خورشید خود دلیل ہے اپنی اے بے خبر
ان کا وقار بڑھتا رہے گا یوں ہی فہیمؔ
خاکوں کی خاک اڑتی رہے گی نگر نگر

یہ اشعار چچا جان مولانا سید محمد فہیم ترمذی حفظہ اللہ تعالیٰ نے خود سنائے تھے جس پر حضرت بہت مسرور ہوئے۔

میرے متعلق بھی والد صاحب نے بتایا کہ حضرت یہ یہیں دارالعلوم کبیر والا میں زیر تعلیم ہے اور اس کے عربی کے استاد مولانا عبداللہ مسعود صاحب ہیں جو حضرت کے لائق شاگرد ہیں۔ سن کر مکہ لہراتے ہوئے فرمایا کہ عبداللہ مسعود عربی میں بہت مضبوط ہے، جس پر والد صاحب نے مجھے فرمایا: علیك ان تلازم هذا الاستاذ واستفد منه۔ یہ عنایات

ومدارات والد صاحب تک محدود نہیں تھیں بلکہ مجھ ناکارہ پر بھی کرم کیا اور اجازت حدیث عنایت فرمائی والد صاحب کا خیال تھا کہ دورہ حدیث کے لیے جامعہ دارالعلوم کراچی جانے سے قبل حضرت مولانا شیخ محمد عبیداللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور سے ایک حدیث پڑھ لوں گا لیکن ع ہزاروں خواہشیں ایسیں کہ ہر خواہش پہ دم نکلے حضرت کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ دارالفانی سے دارالبقا کی طرف منتقل ہو گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

گزشتہ برس اتفاق سے حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا لاہور آنا ہوا، والد صاحب کے ساتھ میں بھی حضرت کی زیارت کے لیے لاہور پہنچ گیا دارالعلوم اسلامیہ لاہور میں حضرت کو آنا تھا ہم پہلے سے پہنچ چکے تھے اس لیے حضرت کا کچھ دیر انتظار کیا کچھ ہی دیر میں حضرت تشریف لے آئے مولانا مشرف علی تھانوی صاحب کو دور سے دیکھتے ہی مسکرا دیے۔میں نے غور کیا حضرت باوجود کمزوری کے بہت خوش لگ رہے تھے وہی سادگی تھی اور وہی لباس، دیکھ کر قدرتی لذت محسوس ہوئی جس کا مزہ بیان کرنا قلم کے بس میں نہیں ہم سب حضرت کے ساتھ چلتے ہوئے دفتر میں پہنچ گئے۔

آتے ہی فرمانے لگے ''وہ مولانا عبیداللہ صاحب کا انتقال ہو گیا تھا ان کی تعزیت کے لیے آیا ہوں''۔

حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب مدظلہم نے زمزم پیش کیا ساتھ میں کھجوریں بھی تھیں، فرمایا ساتھ لے جاؤں گا اور کچھ ہی دیر میں آپ جامعہ اشرفیہ کے لیے چل پڑے والد صاحب آپ کے ساتھ ہی چلے گئے تھے اور ہم شیخہ سالم آ گئے جہاں حضرت کا بیان تھا۔

بیان کے بعد حضرت سے والد صاحب نے میرے لیے اجازت حدیث کی درخواست کی جو حضرت نے قبول فرمالی اور فرمایا کہ اس کو اجازت ہے۔میرے لیے یہ بہت بڑی سعادت کی بات ہے کہ حضرت نے شفقت فرمائی اور اجازت عطا فرمادی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ سے مختلف امراض کا شکار تھے۔ بالآخر گزشتہ شب 15 جنوری 2017ء حضرت کی روح جسد عنصری سے نکل کر دارالخلد کی طرف پرواز کر گئی مگر

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

نماز جنازہ سے قبل مولانا جالندھری صاحب مدظلہم کا ایمان افروز بیان ہوا جس میں حضرت کی ایک کرامت کا بھی تذکرہ کیا کہ جب حضرت کے قلب کی دھڑکن بند ہوگئی تو ڈاکٹرز کی رائے کے مطابق اب حضرت میں جان نہیں ہونی چاہیے تھی لیکن اس وقت دیکھنے والوں نے یہ کرامت بھی دیکھی کہ آپ مسلسل اللہ کا ذکر کر رہے ہیں دل کی دھڑکن تھم چکی ہے لیکن وہ زبان کیسے رک جائے جو ہر وقت ذکر اللہ سے تر رہی ہو، اس قلب میں کیوں روحانیت نہ ہو جو خدا کی یاد میں دھڑکتا تھا۔ دیکھنے والوں نے خوب دیکھا اولیاء جب جاتے ہیں تو کس شان سے جاتے ہیں اور یہ راز بھی سب پر عیاں ہوا کہ موت اللہ والوں کے لیے تحفہ ہے جو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اس جہاں سے جائے تو کیوں نہ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے۔

حضرت نے اپنے پیچھے ہزاروں طلباء علماء اور نہ جانے کتنے باکمال لوگ چھوڑے ہیں جو آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کا چمنستان علم وعمل ان کی اولاد وتلامذہ صالحین کے ذریعہ تا صبح قیامت جاری رکھیں گے۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی مدظلہم

تواریخ وفات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان قدس سرہ

(۱) نجم الزماں مولانا محمد سلیم اللہ فوت شد

۲۲۲ + ۴۲۶ + ۷۹۰ = ۱۴۳۸ھ

(۲) گونجی ہے اب صدا، موت العالِم موت العالَم

۲۰۲ + ۱۲۳۶ = ۱۴۳۸ھ

(۳) بدر الہدیٰ شیخ الحدیث محمد سلیم اللہ

۲۵۶ + ۱۴۶۳ + ۲۹۸ = ۲۰۱۷ء

(۴) سیدِ ہادی محمد سلیم اللہ مہتمم جامعہ فاروقیہ

۹۴ + ۲۹۸ + ۱۰۴۶ = ۱۴۳۸ھ

(۵) حاجی مولانا محمد سلیم اللہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۴۴۸ + ۱۵۶۹ = ۲۰۱۷ء

(۶) جانِ علماء محمد سلیم اللہ خان مرحوم

۱۹۵ + ۹۴۹ + ۲۹۴ = ۱۴۳۸ھ

(۷) قد قال جل وعده ، ومن یتق اللّٰه یجعل له مخرجا

۳۵۳ + ۱۶۶۴ = ۲۰۱۷ء

(۸) لقد قال عز وجل ، فوقاهم اللّٰه شر ذلک الیوم

۳۸۱ + ۱۶۳۶ = ۲۰۱۷ء

(۹) فقد قال اللّٰه جل کلامه ، حسنت مستقرا و مقاما

۵۱۰ + ۱۵۰۷ = ۲۰۱۷ء

سید عبدالواسع ترمذی

اخبار الجامعہ

۲؍ربیع الثانی: عارف باللہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم جامعہ میں تشریف لائے اور بعد عصر اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔ پہلے یہ ہفتہ روزہ درس جمعہ کے دن ہوا کرتا تھا حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے اس موقع پر اعلان فرمایا کہ آئندہ یہ درس ان شاء اللہ اتوار کے دن ہوا کرے گا۔ ۱۰؍حضرت مدظلہم جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا تشریف لے اور گئے اور شوریٰ کے سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ۲۳؍حضرت مدظلہم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور تشریف لے گئے اور شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔

۲؍جمادی الاول: حضرت مدظلہم عمرہ کی ادائیگی کے لیے حرمین شریفین کے مبارک سفر پر روانہ ہوئے، اور ۲۳ جمادی الاول کو بخیر وعافیت واپس تشریف لے آئے۔

۷؍جامعہ میں درجہ کتب و تخصص کے طلبہ کا تحریری امتحان شروع ہوا۔ مؤرخہ ۱۱؍ جمادی الاول کو شعبہ حفظ و ناظرہ اور کتب کا تقریری امتحان بھی ہوا، اور مختصر تعطیلات کے بعد ۱۴؍جمادی الاول سے تمام شعبہ جات میں تعلیم کا آغاز ہوگیا۔ ۲۵؍جمادی الثانی: حضرت مدظلہم چنیوٹ تشریف لے گئے اور جامعہ فتحیہ کے سالانہ جلسہ سے خطاب فرمایا۔ اگلے روز وہیں سے دارالعلوم کبیر والا کے ختم بخاری شریف و اجلاس شوریٰ میں شرکت کے لیے کبیر والا تشریف لے گئے۔ واپسی پر مختصر وقت کے لیے جامعہ عثمانیہ شورکوٹ بھی جانا ہوا۔

جامع مسجد ترمذی

زیر تعمیر جامع مسجد ترمذی جامعہ حقانیہ فروکہ روڈ کے تہہ خانہ میں الحمدللہ بجلی کی فٹنگ کا کام مکمل ہوگیا ہے۔ ابھی اس کی چھت اور دیواروں کے پلستر اور فرش کا کام باقی ہے۔ قارئین الحقانیہ سے دعا کی درخواست ہے۔

مولانا عبدالصمد ساجد

تعارف کتب

نام کتاب: تنویر النبراس علی من انکر تحذیر الناس **مصنف:** حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ **عنوانات وحواشی:** مولانا حافظ محمد اسحاق زید مجدہ **باضافہ:** ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس **از:** مولانا سیف الرحمٰن قاسم مدظلہم **صفحات:** ۲۴۰ **ناشر:** مرکز اہل السنۃ والجماعۃ چک ۸۷ جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

مسئلہ ختم نبوت پر قاسم العلوم والخیرات بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہ نے اپنے ایک مکتوب میں عالمانہ وفاضلانہ بحث فرمائی، جس میں اثبات ختم نبوت کے لیے کئی اہم پہلوؤں کو بڑے علمی انداز میں منقح اور واضح فرمایا۔

مکتوب الیہ نے آپ کا یہ علمی مکتوب ''تحذیر الناس من انکر ابن عباس'' کے نام سے چھاپ دیا۔ بعض کوتاہ نظر توضیح وتشریح کے باوجود بحث کی تہہ تک نہ پہنچ پائے، چنانچہ ''قول فصیح'' کے نام سے اس مکتوب کا ''جواب فصیح'' تحریر کیا گیا۔

حضرت نانوتوی قدس سرہ کے ہاتھ یہ جواب لگا تو آپ نے اس کے حاشیہ پر ایک روز میں جملہ اوہام ووساوس کی دھجیاں بکھیر دیں۔ حضرت کا یہ جواب الجواب اولاً ''ردقول فصیح'' اور پھر ''تنویر النبر اس لمن انکر تحذیر الناس'' کے نام سے چھپا، ایک طویل عرصہ سے یہ علمی وتحقیقی تصنیف تشنۂ اشاعت تھی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں مولانا محمد اسحاق صاحب کو جنہوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اس کتاب کو ضروری حواشی وعنوانات لگا کر زیوطبع سے آراستہ کیا۔ نیز مولانا سیف الرحمٰن قاسم کی تالیف لطیف ''ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس'' بھی شامل اشاعت ہے۔ اب الحمدللہ یہ ایک عظیم، تاریخی، علمی اور تحقیقی ذخیرہ اہل قدر اور باذوق حضرات کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ اہل علم حضرات اس کی قدر فرمائیں گے۔